حقیقتِ اسمِ اللہ ذات

فیضانِ نظر

سلطان الفقر حضرت سخی سلطان **محمد اصغر علی** صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب وتالیف:

خادم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان **محمد نجیب الرحمٰن** صاحب سروری قادری مدظلہ الاقدس

نام کتاب	حقیقتِ اسم اَللّٰہُ ذات
ترتیب وتالیف	خادم سلطان الفقر حضرت سلطان محمد نجیب الرحمٰن صاحب مدظلہ الاقدس سروری قادری
ناشر	محمد ناصر حمید سروری قادری
پرنٹر	آر۔ٹی پرنٹرز لاہور
بارِاوّل	فروری 2002ء (مکتبہ العارفین 4/A، ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن لاہور)
بارِدوم	اپریل 2003ء (ایضاً)
بارِسوم	اگست 2003ء (ایضاً)
بارِچہارم	اگست 2004ء (ایضاً)
بارِپنجم	جولائی 2005ء سلسلہ سروری قادری (المرتضیٰ: 20 ہدایت اللہ بلاک مصطفیٰ ٹاؤن لاہور)
بارِششم	مئی 2006ء ایضاً (ترمیم اور اضافہ کے ساتھ نیا ایڈیشن)
بارِہفتم	ستمبر 2008ء (سلطان الفقر پبلیکیشنز مصطفیٰ ٹاؤن لاہور)
بارِہشتم	ستمبر 2009ء (سلطان الفقر پبلیکیشنز 4/A۔ایکسٹینشن ایجوکیشن لاہور)
تعداد	1000
قیمت	35 روپے

سلطان الفقر ہاؤس

4/A۔ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ ڈاکخانہ منصورہ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 54790

PTCL V 042:35031210

انتساب

مرشدِ پاک

سلطان الفقر

حضرت سخی سلطان

محمد اصغر علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ

کے نام

جن کی غلامی میرا سرمایۂ حیات ہے

آپ ہی کی باطنی توجہ اور مہربانی سے یہ کتاب مرتب ہوئی اور ''اسمِ اللہ ذات'' کا فیض عام ہو رہا ہے۔

پیش لفظ

تمام حمد وثناء اَللّٰہُ تبارک وتعالیٰ ہی کے لئے ہے جو ''واحدہٗ لاشریک ہے، بے نیاز ہے اور اس کا کوئی ''ہمسر'' نہیں ہے جس نے صرف انسان کو اپنے قُرب ووصال اور معرفت کیلئے منتخب فرمایا ہے اور بے حد و بے حساب درود وسلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ بابرکات پر جو محبوبِ خدا اور باعثِ تخلیقِ کائنات ہیں، آپ ﷺ کی آل پر جن کو اللہ پاک نے پاک وطاہر کردیا ہے، آپ ﷺ کے اصحابؓ پر جو راہِ حق میں آپ ﷺ کے رفیق اور ستاروں کی مانند ہیں اور تمام اولیائے کاملینؒ پر جو نائبِ رسول ﷺ ہیں اور آپ ﷺ کے ظاہری وصال کے بعد تلقین وارشاد کی مسندِ عظیم پر فائز ہیں۔

اسمِ اَللّٰہُ ذات کی حقیقت کو نہ تو بیان کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کے ذکر وتصور سے حاصل ہونے والے ثمرات کو تحریر میں لایا جاسکتا ہے خواہ ساری دنیا کے سمندر سیاہی اور ساری دنیا کے درخت قلم بن جائیں۔ اسمِ اللہ ذات کی حقیقت، تصور اور ذکر پر سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ نے ایک سو چالیس کتب تصنیف فرمائی ہیں۔ آپؒ فرماتے ہیں تمام آسمانی کتب اور صحیفے اسمِ اللہ ذات کی شرح اور تفسیر ہیں۔ تمام پیغمبروں نے پیغمبری اسمِ اللہ ذات ہی کی برکت سے پائی ہے اور جو شخص دیدارِ الٰہی کا طالب ہو اس پر اسمِ اللہ ذات کا ذکر اور تصور لازم ہے۔

میرے مرشد پاک، سلطان الفقر، نورِ مبین امیر الکونین حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے لوگوں کو اسمِ اللہ ذات کی حقیقت سے روشناس کرانے کے لیے اصلاحی جماعت تشکیل دی اسمِ اللہ ذات کا فیض عام فرمایا اور نگاہِ کامل سے لاکھوں زنگ آلود قلوب کو نورِ ایمان سے منور فرمایا 26 دسمبر 2003ء کو وصال سے چند روز قبل 17 رمضان المبارک 1424ھ۔ 12 نومبر 2003ء کو آپؒ نے مجھ جیسے غلام پر مہربانی فرمائی اور اسمِ اللہ ذات کا فیض عام کرنے کا حکم فرمایا۔

آپؒ کے وصال کے بعد لوگ اسمِ اللہ ذات کا ذکر اور تصور حاصل کرنے کے لیے آرہے ہیں اور آپؒ کی مہربانی سے یہ فیض عام ہو رہا ہے۔ یہ پمفلٹ آپؒ نے اپنی زندگی میں ہی مجھ سے تحریر کروالیا تھا تا کہ طالبانِ مولا کی راہنمائی ہو سکے۔ اُمید ہے طالبانِ مولیٰ کے لیے یہ پمفلٹ ایک راہنما ثابت ہوگا:

خادم سلطان الفقر حضرت سلطان محمد نجیب الرحمٰن صاحب مدظلہ الاقدس سروری قادری

اسم اَللّٰہُ ذات

''اَللّٰہُ'' اسمِ ذات ہے اور ذاتِ سبحانی کے لیے خاص الخاص ہے علماءِ راسخین کا قول ہے کہ یہ اسمِ مبارک نہ تو مصدر ہے اور نہ مشتق یعنی یہ لفظ نہ تو کسی سے بنا ہے اور نہ ہی اس سے کوئی لفظ بنتا ہے اور نہ اس اسمِ پاک کا مجازاً اطلاق ہوتا ہے۔ جیسا کہ دوسرے اسماء مبارک کا کسی دوسری جگہ مجازاً اطلاق کیا جاتا ہے۔ گویا یہ اسمِ پاک اس قسم کے کسی بھی اشتراک اور اطلاق سے پاک' منزہ و مُبرا ہے۔ اللہ پاک کی طرح اسمِ اَللّٰہُ بھی احد، واحد اور ''لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُلَدْ'' ہے۔

یہ اَللّٰہ کا ذاتی نام ہے جس کے وِرد سے بندے کا اپنے رب سے خصوصی تعلق قائم ہوتا ہے۔

یہ اسمِ پاک قرآنِ پاک میں دو ہزار تین سو ساٹھ مقامات پر آیا ہے عارف باللہ فقراء کے نزدیک یہی اسمِ اعظم ہے۔ یہ نام تمام جامع صفات کا مجموعہ ہے کہ بندہ جب اللہ کو اس نام سے پکارتا ہے تو اس میں تمام اسمائے صفات بھی آ جاتے ہیں گویا وہ ایک نام لے کر اسے محض ایک نام سے نہیں معناً تمام اسمائے صفات کے ساتھ پکار لیتا ہے یہی اس اسم کی خصوصیت ہے جو کسی اور اسم میں نہیں ہے۔

امام رازی رحمتہ اللہ علیہ نے اس نکتہ کی وضاحت بہت خوبصورت الفاظ میں کی ہے:

''بے شک جب تو نے اللہ تعالیٰ کو صفتِ رحمت کے ساتھ پکارا یعنی رحمٰن یا رحیم کہا تو اس صورت میں تو نے صفتِ رحمت کا ذکر کیا صفتِ قہر کا نہیں یونہی صفتِ علم کے ساتھ یا علیم کہہ کر پکارا تو صرف صفتِ عِلم کا ذکر کیا صفتِ قدرت کا نہیں لیکن جب تو نے اَللّٰہُ کہا تو گویا تمام صفات کے ساتھ اسے پکار لیا کیونکہ الٰہ ہوتا ہی وہ ہے جو تمام صفات سے متصف ہو''۔ (تفسیر کبیر- 1-85)

کسی چیز کی پہچان اور اس سے رابطے کا ذریعہ اس کا نام ہوتا ہے۔ نام بھی دو قسم کے ہوتے ہیں؛ ۱۔ ذاتی ۲۔ صفاتی۔ ایک شخص جس کا نام ''افضل'' ہے۔ اگر اس نے حکمت کا علم

سیکھ رکھا ہے تو وہ حکیم افضل کہلائے گا۔ اگر اس نے قرآنِ مجید حفظ کر رکھا ہے تو وہ حافظ افضل کہلائے گا اور اسی طرح اگر اس نے حج کر رکھا ہے تو حاجی افضل کہلائے گا۔ غرض جتنی صفات سے وہ متصف ہوتا چلا جائے گا اتنے ہی صفاتی نام اس کے اصل نام ''افضل'' کے ساتھ لگتے چلے جائیں گے۔ اس صورت میں افضل اس کا ذاتی نام ہے اور حکیم، حافظ، حاجی وغیرہ اس کے صفاتی نام ہیں کیونکہ یہ نام بعد میں اس کے ساتھ اس وقت لگے جب وہ ان صفات سے متصف ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ صفاتی نام، صفاتی ذکر اذکار کا جامع ہوتا ہے اور ذاتی نام تمام صفاتی ناموں کا جامع ہوتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ''اَللّٰہُ'' ہے اور کریم، رحیم، غفور، غفار جیسے باقی تمام نام صفاتی ہیں اور یہ سب صفاتی نام اسمِ اللہ ذات میں جمع ہیں۔ انسان جب اللہ تعالیٰ کو اُس کے ذاتی نام ''اَللّٰہُ'' سے یاد کرتا ہے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کو اس کی تمام جُملہ صفات سے یاد کرتا ہے۔ انسان کے اندر اسمِ اللہ ذات اور اسماءِ صفات کی استعداد روزِ ازل سے فطرتی طور پر موجود ہے۔ جیسا کہ قرآنِ مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا ذِکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

- عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ۝ (البقرہ۔31)

ترجمہ: ''آدم علیہ السلام کو تمام اسماء کا علم عطا کیا گیا۔

اور اسطرح تمام اسماء کا یہ علم حضرت آدم علیہ السلام سے اُولادِ آدمؑ میں منتقل ہوا۔ لہٰذا انسان جس اسم اور جس صفت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے وہ اپنے اندر اسی اسم اور اسی صفت کی استعداد کو بالفعل جاری کرتا ہے۔ اسی کو اپنے اندر نمودار کرتا ہے اور اسی کا نور اس کے دل میں چمکتا ہے مثلاً بندہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر اسمِ ''رحمٰن'' سے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی صفتِ رحمٰن کی تجلی فرماتا ہے اور اسمِ رحمٰن کا نور ذاکر کے اندر سرایت کر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جو صفتِ رحمانیہ تمام کائنات میں جاری و نافذ ہے اور جس کی وجہ سے تمام مخلوق کے درمیان رحم و شفقت قائم ہے وہ اپنی استعداد کے مطابق اس سے فیض یاب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمانیہ سے متصف ہو جاتا ہے۔ اور نفس و آفاق میں اسمِ رحمٰن کے عمل کا عامل بن جاتا ہے۔ اسی طرح بندہ جب اللہ تعالیٰ کے اسم ''سمیع'' یا اسم ''بصیر'' کا ذکر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی صفات ''سمیع و بصیر'' سے اپنی استعداد کے مطابق فیض یاب ہوتا ہے۔ اور اسے

ظاہری حواس کی سماعت و بصارت کے علاوہ باطنی حواس کی سماعت و بصارت بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ جن سے وہ ان سُنی باتیں بذریعہ الہام سُنتا ہے اور اَن دیکھے باطنی مقامات اور غیبی رُوحانی واقعات دیکھتا ہے۔ اسی طرح تمام صفات کو قیاس کر لیا جائے لیکن جب انسان اللہ تعالیٰ کو اس کے ذاتی نام یعنی اسمِ اللہ ذات سے یاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی ذات (جو اسکی تمام صفات و اسماء کی جامع ہے) سے اس کی طرف تجلی فرماتا ہے جس سے ذاکر اللہ تعالیٰ کے ذاتی اَنوار کا اپنے اندر مُشاہدہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے ذاتی جلوے، مُشاہدے اور دِیدار سے مشرف ہوتا ہے اور ذاکر کا وجود اللہ تعالیٰ کے ذاتی اَنوار (جو تمام صفات کی جامع ہیں) سے منور ہو جاتا ہے۔

اسمِ اللہ ذات اپنے مسمی ہی کی طرح یکتا، بے مثل اور اپنی حیرت انگیز معنویت و کمال کی وجہ سے ایک منفرد اِسم ہے۔ اس اِسم کی لفظی خصوصیت یہ ہے کہ اگر اس کے حروف کو بتدریج علیحدہ کر دیا جائے تو پھر بھی اس کے معنی میں کوئی تبدیلی نہیں آتی اور ہر صورت میں ''اسمِ اللہ ذات'' ہی رہتا ہے۔ اِسم ''اَللّٰہُ'' کے شروع سے پہلا حرف ''ا'' ہٹا دیں تو للہ رہ جاتا ہے اور اس کے معنی ہیں ''اللہ کے لئے'' اور یہ بھی اسمِ ذات ہے قرآنِ مجید میں ہے۔

- لِلّٰہِ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَافِی الْاَرْض

ترجمہ: ''اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے''۔

اور اگر اس اسمِ پاک کا پہلا ''ل'' بھی ہٹا دیں تو ''لَـــہ'' رہ جاتا ہے جس کے معنی ہیں ''اس کے لئے'' اور یہ بھی اسمِ ذات ہے۔ جیسے ارشادِ ربانی ہے:۔

- لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیءٍ قَدِیْر

ترجمہ: ''اسی کے لیے بادشاہت اور حمد و ستائش ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے''۔

اور اگر دوسرا ''ل'' بھی ہٹا دیں تو ''ھُو'' رہ جاتا ہے اور یہ اسمِ ضمیر ہے اور اس کے معنی ہیں وہ اور یہ بھی اسمِ ذات ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے:۔

- هُوَ اللّٰهُ الَّذِی لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُو ○

ترجمہ: ''وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر ھُو''۔

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے؛

● ــــــ ''اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ'' (النور۔35)

ترجمہ: ''اللہ (اسمِ اللہ ذات) زمین و آسمان کا نُور ہے''۔

حضرت سخی سلطان باھُوؒ فرماتے ہیں''اسی نور سے کُل مخلوقات نے ظہور پایا اور یہی نور تمام مخلوقات کا رزق بنا۔'' (مجالستہ النبی)

حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں

● ــــــ فی کل شی ءِ اسم من اسمائۃ تعالیٰ و اسم کل شیء من اسمہ'

ترجمہ:''ہر چیز کے اندر اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اِسم ہے اور ہر چیز کے اِسم کا ظہور اللہ تعالیٰ کے اسمِ ذات سے ہے''۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کتاب مراۃ العارفین میں فرماتے ہیں؛

''اور ظاہر کیا حقیقتِ ازل کو حدوث (مخلوق) کے سبب اور حدوث کو قِدم (اپنی ذات سے) اور مُندرج ترتیب کو بکھیرا اور اُس چیز کو لکھا چھُپی ہوئی کتاب میں ظاہر ہونے والی سیاہی کے ساتھ جو مُتکلم کے باطن میں پوشیدہ تھی۔ حروف اور کلمات سے پورا اور مکمل کیا اور ان دونوں کو اس میں ثابت کیا اور نظم و ضبط سے جوڑا اس تمام و کمال کو جو کتاب میں مفصل ہے فاتحہ میں رکھا اور جو کچھ فاتحہ میں درج اور پوشیدہ ہے وہ بسم اللہ میں ہے۔ یہ فاتحہ الکتاب جامع ہے واسطے ان تمام مراتب و عوالم کے جو کتاب جامع کے بیچ ہیں اسی واسطے اس کا نام اُم لکتاب رکھا گیا ہے۔ اور بسم اللہ جس کا نام اُم الاُمم ہے سو یہ بھی دو قسم میں تقسیم ہے۔ اس میں سے وہ جس کا تعلق ذات سے ہے وہ ''بسم'' ہے اور دوسری قسم جس کا تعلق صفات سے ہے وہ رحمٰن اور رحیم ہے اور جو ان دونوں کے درمیان ہے (یعنی اسمِ اَللّٰہُ) سو وہ جامع ہے''۔

زمین و آسمان کے درمیان بظاہر کوئی ستون نظر نہیں آتا جس نے انہیں سہار رکھا ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ ''اسمِ اللہ ذات'' ہی کی برکت سے زمین و آسمان بغیر ستون کے استادہ ہیں۔ (عین الفقر)

ہر چیز کا اِسم الگ ہے اور ذات الگ ہے مگر اللہ تعالیٰ چونکہ وحدہٗ لاشریک ہے اس لئے وہ اِسم میں بھی اور ذات میں بھی واحد اور احد ہے۔

ظہورِ باری تعالیٰ بصورتِ اِسمِ اللہ ذات

اللہ تعالیٰ نے جب عالمِ وحدت سے عالمِ کثرت کی طرف ظہور فرمایا تو اپنی پہچان ''اسمِ اللہ ذات'' کے ذریعے کرائی۔ حدیثِ قدسی ہے:

- ''کُنتُ کَنزًا مَخفِیًا فَاَحبَبتُ اَن اُعرَف فَخَلَقتُ الخَلقَ''

ترجمہ: ''میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا''۔

پوشیدہ خزانہ سے مُراد یہ ہے کہ ذاتِ الٰہی ''ذات'' اسماء وصفات سمیت پوشیدہ و مخفی تھی۔ پھر ''ذات'' کے اندر ایک جذبہ پیدا ہوا جس کی طرف بظاہر ''فَاَحبَبتُ'' کے سادہ سے لفظ کے ذریعہ اشارہ کیا گیا ہے ''تو میں نے چاہا'' مگر یہ محبت اور چاہت اس شدت کے ساتھ ظہور میں آئی کہ صوفیاء کرامؒ نے اسے عشق سے تعبیر کیا ہے۔ محبت میں اگر ''شدت'' پیدا ہو جائے تو وہ ''عشق'' بن جاتا ہے اور یہ جذبہ عشق ہی تھا جس سے انسان کی تخلیق ہوئی اور یہ کائنات وجود میں آئی اور انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ پاک کی پہچان اور معرفت کا حصول ٹھہرا۔

سلطان العارفین، سلطان الفقر حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جب حق سبحانہ وتعالیٰ نے چاہا (کہ اس کی پہچان ہو، اسے کوئی پہچاننے والا ہو) تو خود سے اسمِ ذات جُدا کیا (خود کو اسمِ اللہ ذات کی صورت میں ظاہر فرمایا) اور اس سے نُورِ محمدی ﷺ کا ظہور ہوا اور اپنی قدرتِ توحید کے آئینہ (نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم) میں دیکھا تو نُورِ محمد رسول اللہ ﷺ کو دیکھتے ہی اپنے آپ پر (نُورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں اپنے تعین پر) مشتاق و مائل وفریفتہ ہوا اور اپنی ہی بارگاہ سے رَبّ الاَرباب حبیب اللہ کا خطاب پایا اور نُورِ محمد ﷺ سے کل مخلوقات کی اَرواح کو پیدا فرمایا''۔ (عین الفقر)

فطرتِ انسانی اور اِسمِ اَللّٰہُ ذات

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی آئینہ قدرت میں خود کو صُورتِ احمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں دیکھا تو اپنے اس رُوپ پر خود ہی عاشق اور فریفتہ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کا یہی عشق نُورِ احمدی ﷺ کا جوہرِ خاص بنا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ''امرِ کُن'' فرما کر نُورِ احمد صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام عَالم کی کُل مخلوق کی اَرواح کو پیدا فرمایا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

- ''اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ تَعَالیٰ وَ کُلُّ خَلَائِق مِنْ نُوْرِی''

ترجمہ: ''میں اللہ تعالیٰ کے نُور سے ہوں اور تمام مخلوق میرے نُور سے ہے''۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نُورِ مبارک سے جب تمام اَرواح کو پیدا کیا گیا تو عشقِ الٰہی کا جوہرِ خاص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت سے اَرواحِ انسانی کے حصے میں آیا اور جب اپنے حُسن و جمال کے اظہار کے لئے اللہ تعالیٰ نے تمام اَرواح کو اپنے رُوبرُو صفِ آرا فرمایا تو خود کو اسمِ اللہ ذات کی صورت میں جلوہ گر فرمایا کیوں کہ اللہ تعالیٰ واحدہٗ لاشریک ہے۔ اس لئے وہ اسم میں بھی اور ذات میں بھی واحد اور احد ہے۔ تمام اَرواح اللہ تعالیٰ کے حُسنِ بے مثال ولامحدود کو دیکھ کر دنگ رہ گئیں اور حُسنِ مُطلق کی تعریف و ذکر میں محو ہو گئیں۔ یہی تعریف' ذکر اسمِ اللہ ذات اور دیدارِ الٰہی جُملہ اَرواح کا رزق بنا اور وہ اسی رزق پر پلنے لگیں۔ اظہارِ جمال کے بعد مزید شفقت و مہربانی فرمائی اور اس کے متعلق قران میں بیان بھی فرما دیا تاکہ مخلوق اپنے خالق کی مکمل پہچان اور معرفت حاصل کر لے۔

- اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ (الاعراف۔172)

ترجمہ: ''کیا میں تمہارا پالنے والا نہیں (یعنی کیا تم میرے حُسن و جمال کے جلوؤں، دیدار اور میرے ذکر پر پَل نہیں رہے ہو)؟''

اس وقت تمام اَرواح کی آنکھیں نورِ اسمِ اللہ ذات سے منور اور مدہوش تھیں اور ہر کدُورت اور آلائش سے پاک تھیں سب نے یک زبان ہو کر جواب دیا۔

● قَالُوْا بَلٰی (الاعراف۔172)

ترجمہ: ''کہا! ہاں کیوں نہیں (تو ہی پالنے والا ہے)؟''

یعنی ہاں! اے ہمارے رب ہم تیرے حُسن و جمال کے جلووں تیرے دیدار اور تیرے ذکر پر نہیں پَل رہے ہیں تو اور کہاں سے پَل رہے ہیں؟

حضرت سخی سلطان باھُوؒ اور دوسرے صوفیاء کرامؒ رُوح کی حقیقت ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو سب نے بیک زبان جواب دیا ہاں یا اللہ تو ہی ہمارا رب ہے قابلِ غور بات یہ ہے کہ کسی بھی سوال کے جواب دینے کیلئے کان، سوچ، سمجھ اور زبان کا ہونا ضروری ہے اور اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ رُوح کا مکمل وجود ہے جیسا کہ قرآنِ پاک میں بار ہا ذکر ہے فرمانِ حق تعالیٰ ہے۔

● بے شک ہم نے کثرت سے ایسے جن اور انسان پیدا کئے ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے یہ اس لئے کہ ان کے پاس دل ہیں لیکن یہ لوگ دل کی تحقیق نہیں کرتے ان کے پاس (دل کی) آنکھیں تو ہیں لیکن یہ اِن آنکھوں سے دیکھتے نہیں (دل کے) کان تو ہیں لیکن یہ لوگ ان کانوں سے سُنتے نہیں یہ لوگ چوپائے حیوانوں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی بڑھ کر گمراہ ہیں کہ یہ لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں (الاعراف۔179)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا ''گونگے، بہرے اور اندھے ہیں یہ ہر گز راہِ راست پر نہیں آئیں گے (البقرہ۔18)

ان چند آیاتِ کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی ظاہری بصارت، گویائی کے علاوہ بھی انسان کے پاس ایک نگاہ موجود ہے ''بقول اقبالؒ''

● دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نُور دل کا نُور نہیں

اس سوال و جواب کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے عشق کی نہایت ہی بھاری امانت کی مشقّت ان پر ڈالنی چاہی اور فرمایا! ''کون ہے جو میرے عشق کی امانت کا بار اُٹھائے گا؟ کون میرا عاشق بنتا ہے؟ لیکن اَرواحِ انسانی کے سوا سب اَرواح نے اس بارِ امانت کے اُٹھانے سے اپنی عاجزی ظاہر

کردی کیوں کہ عشقِ الٰہی کی امانت کوئی معمولی امانت نہیں ہے۔ اس میں تو جان سے جانا پڑتا ہے۔ صرف انسان ہی تھا جو عشقِ الٰہی کی آگ میں کود گیا۔ اس واقعہ کو قرآنِ مجید میں یوں بیان فرمایا گیا ہے:

اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَ مَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ الۡجِبَالِ فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَھَاوَ اَشۡفَقۡنَ مِنۡھَا وَ حَمَلَھَا الۡاِنۡسَانُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوۡ مًا جَھُوۡ لًا ○ (الاحزاب۔72)

ترجمہ: ''ہم نے بارِ امانت کو آسمانوں زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا۔ سب نے اس کے اٹھانے سے عاجزی ظاہر کی لیکن انسان نے اسے اُٹھالیا۔ بے شک وہ اپنے نفس کے لیے ظالم اور نادان ہے۔''

صوفیا کرامؒ فرماتے ہیں کہ یہ امانت اسمِ اللہ ذات ہے مثال کے طور پر عالمِ خلق میں کسی بھی چیز کو پہچاننے کیلئے دو نُوروں کی ضرورت ہوتی ہے ایک آنکھ کا نُور یعنی بینائی اور دوسری روشنی اگر ان دونوں میں سے ایک ختم ہو جائے تو انسان کسی چیز کو نہیں پہچان سکتا' اندھا ہو جائے یا گھُپ اندھیرا ہو دونوں صورتوں میں پہچان حاصل نہیں ہوسکتی اسی طرح عالمِ اَرواح میں دو نُور موجود تھے ایک رُوح کی آنکھ جو پہلے ثابت کی گئی ہے دوسرا نُور اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام کا نُور ہے جس کے بارے میں اِرشاد ہے ''اَللّٰہُ (اسمِ ذات) نُور ہے زمین اور آسمان کا'' (النور۔35)

اَللّٰہُ (اسمِ ذات) دوست ہے ایمان والوں کا، نکالتا ہے ظلمت (اندھیرے) سے لے جاتا ہے نُورِ توحید کی طرف'' (البقرہ۔257)

یعنی انسان نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے نُور میں اس کا دِیدار کیا تھا اور یہی نُور بطورِ امانت انسان کے سینے میں پاک پَردوں میں لپیٹ کر رکھ دی گئی جس کے بارے میں قرآنِ پاک اور احادیثِ مبارکہ میں بار بار توجہ دلائی گئی ہے،

❁ **اَوَلَمۡ یَتَفَکَّرُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِھِمۡ ○** (سورہ روم)

ترجمہ: ''کیا وہ اپنے اندر فکر نہیں کرتے۔''

❁ **وَفِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ○** (الذریٰت۔21)

ترجمہ: اور میں تمہارے اندر موجود ہوں کیا تم غور سے نہیں دیکھتے۔

❁ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ○ (ق-16)

ترجمہ: اور ہم تو شہ رگ سے بھی نزدیک ہیں۔

❁ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ ○ (المجادلۃ-22)

ترجمہ: ''ان کے دِلوں پر ایمان لکھا''۔

❁ اَفَرَءَيْتَ مَنِ تَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ○ (الجاثیہ-23)

ترجمہ۔''کیا تُو نے ایسے شخص کو دیکھا جس نے اپنی نفسانی خواہشات کو الٰہ (معبود) بنالیا ہے۔''

❁ ''بے شک اللہ تعالیٰ نہ تمہاری صُورتوں کو دیکھتا اور نہ تمہارے اعمال کو بلکہ وہ تمہاری نیتوں اور دِلوں کو دیکھتا ہے۔'' (الحدیث)

❁ اِنَّمَا الْعَمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔

ترجمہ: ''عمل کا دارومدار نیت پر ہے۔'' (الحدیث)

❁ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشَ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ (الحدیث)

ترجمہ: ''مومن کا دِل اللہ تعالیٰ کا عرش ہے''۔

ایسی بے شمار آیات واحادیث موجود ہیں۔جن میں قلب وباطن کی طرف بندہ کی توجہ دلائی گئی ہے جو تخیل وتصور کا مرکز ہے اور اسی قلب وباطن میں ایمان ٹھہرایا گیا ہے اور شیطان لعین بھی اسی باطنی تصور وتخیل میں وسوسے چھوڑتا ہے۔

ترجمہ: ''وہ لوگوں کے سینوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔'' (الناس-5)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس قلب وباطن کو برتن کی مثال دی اور فرمایا۔''جو چیز برتن میں موجود ہوتی ہے وہی باہر آتی ہے۔'' دوسری جگہ فرمایا'' آدمی کے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اگر یہ ٹھیک ہے تو سمجھ لو سارا جسم ٹھیک ہے اگر یہ بگڑ گیا تو سمجھ لو سارا جسم بگڑ گیا جان لو کہ وہ دل ہے''۔

المختصر پھر انسان نے جب اللہ تعالیٰ کے رُوبرُو سرِ محفل اس کے عشق کا دم بھر لیا تو اللہ تعالیٰ نے ہجر وفراق کی بھٹی میں ڈال کر اس کے جذبہ عشق کی صداقت کو پرکھنا چاہا اور انسان کو عنصری جسم دے کر اس دنیا کے دارالامتحان میں لا کھڑا کیا۔ اور اسے اَحْسَنِ تَقْوِيْم سے اَسْفَلَ السَّافِلِيْن

میں اُتارا اور اس کی فطرتِ نورانی میں نارِ شیطانی خواہشاتِ نفسانی اور کدُورت و آلائش دنیا فانی ملا دی اور اَرواح کی طاقت ایفاءِ اخلاص وعدہ بَلٰی اور قوتِ اقرارِ عبودیت کی پُوری پُوری پرکھ اور آزمائش فرمائی اور ان اَرواح کو بہشتِ قُرب وصال اور جنتِ حضور سے نکال کر نفس اور شیطان کے ہاتھوں میں اس کی ڈوریں دے دیں اور اسے دنیا کے کمرۂ امتحان میں لا کھڑا کیا۔

● —— حضرت سخی سلطان باھُوؒ فرماتے ہیں:

کُن فَیکُون جدوں فرمایا اَساں وی کولے ہاسے ھُو
ہکے ذات رَبّے دِی آہی ہکے جگ وِچ ڈھنڈیاسے ھُو
ہکے لامکان مکان اساڈا ' ہکے آن بُتاں وِچ پھاسے ھُو
نفس پلیت پلیتی کیتی باھُوؒ کوئی اصل پلیت تاں ناسے ھُو

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے ''کُن'' فرما کر کائنات کو تخلیق فرمایا تو ہم بھی ساتھ ہی موجود تھے۔ ایک وہ وقت تھا کہ جب اللہ تعالیٰ کی ذات صفات سمیت ہمارے سامنے موجود تھی اور ایک یہ وقت ہے کہ ہم لباسِ بشر میں قید ہیں اور اُس ذات کو ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔ ایک وقت میں ''لامکان'' میں ہمارا بسیرا تھا اور اب عنصری اجسام میں قید ہیں۔ ہماری اَرواح کو نفس نے آلودہ اور ناپاک کر دیا ہے ورنہ ہم اصل میں تو ایسے نہیں ہیں۔

انسان جب دنیا کے دارالامتحان میں اُترا تو اسے بالکل نئے اور اجنبی ماحول کا سامنا کرنا پڑا کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی اصل پر ایک پردہ ڈال دیا ہے۔ جو اسے محفوظ بھی رکھتا ہے اور اس کی پہچان کا ذریعہ بھی ہے۔ اس پردے کو اس چیز کا ظاہر اور اس کی اصل کو اس چیز کا باطن کہا جاتا ہے۔ مثلاً بادام کو لے لیجئے۔ اس کی اصل (یعنی مغز) پر لکڑی کا ایک سخت غلاف چڑھا دیا گیا جو اس کا ظاہر ہے۔ یہ ظاہر اس کی حفاظت بھی کرتا ہے اور اس کی پہچان کا ذریعہ بھی ہے۔ اسی طرح مالٹے اور کیلے کی اصل پر ایک غلاف چڑھا ہوا ہے۔ جس کی ساخت کا مادہ (Material) اس کی اصل کے مادہ سے مختلف ہے۔ یہ غلاف ان کی اصل کی حفاظت اور پہچان کا ذریعہ ہے۔ اگر دُنیاوی زندگی میں چیزوں کی اصل پر یہ حفاظتی پردے نہ ہوں تو چیزیں ضائع و برباد ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح انسانی رُوح سے بھی یہی سلوک کیا گیا ہے کہ اسے دنیا کے مادی سفلی جہان کا مادی عنصری

سفلی جسم دے دیا گیا ہے جو اس کے لطیف رُوحانی جسم کے لئے بمنزلہ پوست، چھلکے یا لباس کے ہے اور اس مادی دنیا میں اس کے رہنے سہنے، چلنے پھرنے اور کام کرنے کے لئے سواری کا کام دیتا ہے اور اس سواری کی باگ ڈور انسان کے لطیف رُوحانی جسم کے حوالے کر دی گئی ہے۔ ساتھ ہی اس پر تین شکاری (نفس، شیطان اور دنیا) چھوڑ دیئے گئے جو اس کو گھیر کر اس سے اللہ تعالیٰ کی امانت ضائع کرانے کے درپے ہیں۔ اگر انسان اپنی سواری (ظاہری عنصری حیوانی جسم) کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے تو بلاشُبہ صراطِ مستقیم پر رہے گا اور اپنے مقصدِ حیات کو پالے گا۔ اس کے برعکس اگر شیطان و نفس اور دنیا جیسے دشمنوں نے اس پر غلبہ پا کر سواری کی باگ ڈور اس سے چھین لی تو وہ اس امتحان میں یقیناً ناکام ہو جائے گا اور ہمیشہ کی ذلت سے دوچار ہو جائے گا۔

گویا اس دنیا میں انسان دو جسموں کا مجموعہ ہے ایک مادی عنصری جسم ہے جس کی پیدائش انسانی نطفے سے ہے اور یہ عالمِ خَلق کی چیز ہے۔ دوسرا علوی لطیف رُوحانی جسم ہے جسے رُوح کہا گیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے عالمِ اَمر کی چیز ہے ہر دو جسموں کا میلان اور رجحان اپنی اصل کی طرف رہتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہے۔

- ''کُلُّ شَيْءٍ یَرْجِعُ اِلٰی اَصْلِهٖ '' (حدیثِ نبویؐ)

ترجمہ: ''ہر چیز اپنی اصل کی طرف رجوع کرتی ہے''۔

مادی حیوانی جسم کی بناوٹ و ترکیب چونکہ مادی دنیا کی اشیاء اور مادی عناصر (ٹھوس، مائع گیس) سے ہے اس لئے اس کا میلان و رجحان دنیا اور مادی غذاؤں کی طرف رہتا ہے جو کہ عام حیوانات کا خاصہ ہے۔ ان سب مادی سفلی غذا کھانے والوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ''دابۃ'' کہہ کر پکارا ہے اور اس حیوانی جسم کے رزق کے متعلق فرمایا ہے کہ:۔

- ''وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا. (ھود۔6)

ترجمہ: ''نہیں ہے زمین میں کوئی حیوان مگر اس کا رزق اللہ کے ذمہ ہے''۔

حیوانی جسم کا یہ رزق اللہ تعالیٰ نے ازل سے ہی مقرر فرما دیا ہے اور عام حالات میں اس میں کمی یا بیشی نہیں ہوتی، چاہے اس کے لئے جتنی بھی کوشش اور جتن کر لئے جائیں جتنے مکر و فریب اور حیلے کر لئے جائیں یہ رزق نہیں بڑھتا۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں بے ریا خرچ کرنے سے یہ روزی دس گنا سے ستر گنا تک بڑھا دی جاتی ہے۔ اس روزی کی سپلائی کا انتظام بھی مکمل ہے؛

فرمایا گیا ہے کہ یہ رزق بندے کو اس طرح تلاش کر کے پہنچتا ہے جس طرح کہ موت۔ جب تک بندہ اپنے حصے کی روزی اس دنیا میں وصول نہیں کر لیتا اسے موت نہیں آتی۔ اس روزی کی ترسیل کے اللہ تعالیٰ نے دو راستے رکھے ہیں۔ ایک راستہ توکّل کا ہے اور دوسرا راستہ مشقّت کا ہے جو شخص روزی کے بکھیڑوں اور تفکرات سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی طلب اور جستجو میں یہ سوچ کر لگ جاتا ہے کہ روزی تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے وہ جیسے اور جس طرح چاہے گا پہنچاتا رہے گا مجھے اس کے لئے سرگردانی کی ضرورت نہیں ہے تو وہ شخص متوکّل ہے لیکن جس شخص کا ایمان کمزور ہے اور وہ اللہ پر بھروسہ اور توکّل نہیں کر سکتا اور اس کی نظر اسباب پر لگی رہتی ہے تو اس کے متعلق فرمانِ حق تعالیٰ ہے؛

● —— وَ كَاَيِّنۡ مِّنۡ دَآبَّةٍ لَّا تَحۡمِلُ رِزۡقَهَا اَللّٰهُ يَرۡزُقُهَا وَاِيَّاكُمۡ۔ (عنکبوت۔60)

ترجمہ: ''اور غور کرو کہ جانور اپنی روزی اپنے ساتھ ساتھ اٹھائے نہیں پھرتے اللہ انہیں روزی دیتا ہے اور تمہیں بھی روزی دینے والا ہے (یعنی تم اللہ پر بھروسہ کیوں نہیں کرتے؟)''۔

اب جو مشقت کی راہ سے روزی وصول کرتا ہے اس کے لئے مشقت کی کروڑوں قسمیں پیدا کر دی گئی ہیں۔ جس قسم کی مشقت کی طرف رجوع کرے گا اسی طرف سے روزی بھیج دی جائے گی۔ کھیتی باڑی کرے، ملازمت کرے، تجارت کرے، یا دستی مزدوری کرے اسے ہر قسم کے انتخاب کی آزادی ہے۔ پھر مشقت کے بھی دو راستے ہیں ایک حرام کا راستہ اور دوسرا حلال کا اگر حلال کی طرف رجوع کرے گا تو حلال کے تمام ذرائع و اسباب اسے مہیا کر دیئے جائیں گے۔ اور اگر حرام کی طرف رجوع کرے گا تو حرام کے تمام ذرائع اور اسباب اسے مہیا کر دیئے جائیں گے اس طرح اس کی اپنی پسند کے ذرائع سے اسے روزی پہنچائی جاتی ہے۔ مشقّت کی راہ بہر حال اچھی نہیں ہے کہ اس میں خطرہ ہی خطرہ ہے۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ فرماتے ہیں؛

● —— ''رزقِ حلال پر حساب ہے اور رزقِ حرام پر عذاب ہے''۔

حالانکہ انسان کو اس کے حیوانی جسم کی روزی سے بے غم کر دیا گیا ہے لیکن افسوس کہ انسان اتنا بدعقیدہ ہو گیا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی ضمانت پر اعتماد نہیں ہے اور رات دن اپنے زورِ بازو کے سہارے اپنے مقدر کئے ہوئے رزق میں اضافہ کرنے پر تُلا رہتا ہے جو قطعاً ناممکن ہے

دوسری طرف انسان کا لطیف رُوحانی جسم چونکہ اللہ تعالیٰ کے عالمِ اَمر کی چیز ہے اس لئے اس کا طبعی میلان اور رجحان اللہ تعالیٰ کی معرفت، قُرب، وصال اور محبتِ الٰہی کی طرف رہتا ہے اور اس کی روزی ذکر و تصورِ اسمِ اللہ ذات ہے جس کی طرف قرآن و حدیث میں بار بار توجہ دلائی گئی ہے۔ کیونکہ صرف قیل و قال یا ظاہری تقلید اور ظاہری اشغال سے نہ اللہ تعالیٰ کی پہچان ہو سکتی ہے اور نہ ہی ظاہری کتابی علم سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور رسالت اور اسکی مخصوص رُوحانی قوت یا معجزات کا پتہ لگ سکتا ہے اور نہ ہی ''وحی'' کی حقیقت اور ''معراج'' کی کنہہ اور حقیقت معلوم ہو سکتی ہے۔ اسی لئے تو ظاہری علماء نبیؐ کے علمِ غیب، دنیا میں دیدارِ الٰہی، معراج کی حقیقت اور معجزات وغیرہ اور دیگر مسائل کے بارے میں تمام عمر جھگڑتے رہتے ہیں۔ ان تمام حقائق اور باطنی رموز سے پردہ اُٹھانے کے لئے سب سے بہترین اور آسان راستہ ذکر و تصورِ اسمِ اللہ ذات ہے اور اللہ تعالیٰ کے قُرب، مشاہدہ، وصالِ الٰہی اور دیدار کا راستہ بغیر ذکر و تصورِ اسمِ اللہ ذات ہرگز نہیں کُھلتا جو دل کی زندگی کا باعث ہے۔

ذکر و تصورِ اسمِ اللہ ذات

- ارشادِ باری تعالیٰ ہے:
- اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ o (الرعد 28)

ترجمہ: بے شک ذکرِ اللہ (ذکر اسمِ اللہ ذات) سے ہی دِلوں کو اطمینان اور سکون حاصل ہوتا ہے

- یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْھِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ (المنافقون 9)

ترجمہ: اے ایمان والو تمہارے مال اور تمہاری اُولادیں تم کو ذکرِ اللہ سے غافل نہ کر دیں جو لوگ ایسا کریں وہی خسارہ پانے والے ہیں۔

وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ. (الجمعہ۔10)

ترجمہ: ''اور کثرت سے ''اسمِ اللہ'' کا ذکر کیا کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا o (الاحزاب41)

ترجمہ: اے ایمان والو ذکرِ اللہ کثرت سے کیا کرو۔

وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذّٰکِرٰتِ اَعَدَّاللّٰہُ لَھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا o (الاحزاب35)

ترجمہ: کثرت سے اسمِ اللہ کا ذکر کرنے والے مردوں اور عورتوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بڑی مغفرت اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔

فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْالِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ o (البقرۃ152)

ترجمہ: تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو۔

وَمَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ھُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (آل عمران۔101)

ترجمہ: ''اور جو کوئی اللہ (یعنی اسمِ اللہ ذات) کو مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے پس تحقیق وہ صراطِ مستقیم پر ہدایت پا جاتا ہے''۔

حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی (البقرہ۔238)

ترجمہ: ''اپنی نمازوں (یعنی پنجگانہ نمازوں) کی حفاظت کرو اور خاص کر وسطی نماز (قلبی ذکر اللہ) کی ''۔

مزید فرمانِ الٰہی ہے۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ (المائدہ۔91)

ترجمہ: ''بے شک شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب و جوئے کے ذریعہ تم کو ایک دوسرے کا دشمن بنائے اور تمہارے دِلوں میں ایک دوسرے کے خلاف بُغض پیدا کر دے اور وہ تمہیں ذکر اسمِ اللہ اور نماز سے روکے''۔

اِس کے برعکس ذکرِ اللہ سے گریز کرنے والے انسان کو گمراہ اور غافل قرار دیا گیا ہے۔ اور عذاب کی وعید سنائی گئی ہے اور اِس شخص کی پیروی سے منع کیا گیا ہے۔

فَاَعۡرِضۡ عَنۡ مَّنۡ تَوَلّٰی عَنۡ ذِکۡرِنَا وَلَمۡ یُرِدۡ اِلَّا الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا o ذٰلِکَ مَبۡلَغُھُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ وَھُوَ اَعۡلَمُ بِمَنِ اھۡتَدٰی o

(النجم۔29-30)

ترجمہ: ''پس آپ ﷺ اس شخص سے کنارہ کشی اختیار فرمالیں جس نے ہمارے ذکر سے روگردانی کی اور اس نے محض دنیا کی زندگی کو ہی اپنا مقصود بنایا یہی اس نادان کے علم کی پہنچ ہے لیکن آپؐ کا رب راستہ بھٹکنے والوں اور سیدھا راستہ چلنے والوں کو خوب جانتا ہے''۔

''اسم اللہ'' کا ذکر ایسا عمل ہے جو انسان کے دل میں نورِ ایمان پیدا کرتا ہے۔اس لئے ذکرِاللہ سے غافل انسان کو گمراہ قرار دیا گیا ہے۔فرمانِ الٰہی ہے کہ:۔

اَفَمَنۡ شَرَحَ اللّٰہُ صَدۡرَہٗ لِلۡاِسۡلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوۡرٍ مِّنۡ رَّبِّہٖ فَوَیۡلٌ لِّلۡقٰسِیَۃِ قُلُوۡبُھُمۡ مِّنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ o (الزمر 22)

ترجمہ: ''جس شخص کا سینہ اللہ (اسمِ اللہ ذات کے ذکر) نے اسلام کے لئے کھول دیا وہ شخص اپنے رب کی طرف سے نور اور روشنی میں آ گیا (اس کے برعکس) ہلاکت و بربادی ہے۔اس شخص کے لئے جس کا دل اتنا سخت ہے کہ ذکرِ اللہ میں نہیں لگتا وہ صریح گمراہی میں پڑا ہوا ہے''۔

احادیثِ مبارکہ میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے (احمد۔ترمذی) کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کون سا بندہ اللہ کے نزدیک قیامت کے دن افضل اور بلند مرتبہ ہوگا۔حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ذِکرِ اللہ کثرت سے کرنے والے مرد اور عورتیں۔عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ کیا اس شخص سے بھی ان کا درجہ بڑھا ہوا ہے۔جو راہِ خدا میں جہاد کرے حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں۔اگر کوئی اپنی تلوار کُفار و مُشرکین پر چلائے یہاں تک کہ اس کی تلوار ٹوٹ جائے اور وہ خود خون سے رنگین ہوجائے پھر بھی ذِکرِ اللہ کرنے والا اس سے مرتبہ میں افضل ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص ذِکرِ اللہ کرتا ہے اور جو شخص نہیں کرتا اس کی مثال زندہ اور مُردہ کی سی ہے۔(بخاری و مسلم)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا؛

● —— اَلْاَنْفَاسُ مَعْدُوْدَۃٌ وَکُلُّ نَفْسٍ یَخْرُجُ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَھُوَ مَیِّتٌ

ترجمہ: ''سانس گنتی کے ہیں اور جو سانس ذکرِ اللہ کے بغیر ہو وہ مُردہ ہے''۔

حضرت سخی سلطان باھُوؒ اسی حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جو دَم غافل سو دَم کافر سانوں مُرشد ایہہ پڑھایا ھُو
سُنیا سخن گیاں کھُل اکھیاں اساں چت مَولیٰ وَل لایا ھُو
کیتی جان حوالے ربّ دے اساں ایسا عشق کمایا ھُو
مرن تو اَگے مر گئے باھُوؒ تاں مطلب نوں پایا ھُو

ترجمہ: اس بیت میں آپؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں مرشد نے یہ تلقین کی ہے کہ جو سانس بھی ذکر وتصورِ اسمِ اللہ ذات کے بغیر نکلتا ہے وہ مُردہ ہے اور کفر ہے اور ہم نے جب سے یہ ارشاد سنا ہے اپنا دِل اسی طرف لگا لیا ہے اور جب سے ہم نے اپنی جان اور زندگی کا آنے والا ہر لمحہ مرشد کے حوالے کیا ہے اور اپنی مرضی اور منشا سے دستبردار ہوئے ہیں (حدیثِ مبارکہ ہے مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا مرنے سے پہلے مرجاؤ) آخری مصرعہ میں آپؒ نے اسی حدیثِ مبارکہ کی طرف اشارہ کیا ہے) تو حقیقت کو پالیا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا؛

● —— طلب الخیر طلب اللہ و ذکر الخیر ذکر اللہ o

ترجمہ: ''بہترین طلب اللہ تعالیٰ کی طلب ہے اور بہترین ذکر اللہ (یعنی اسمِ اللہ ذات) کا ذکر ہے'' اس لئے ذکرِ اللہ کی تاکید اللہ تعالیٰ نے بار بار فرمائی ہے۔

قلبی ذکر اللہ کی اس دائمی نماز کی غرض وغایت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بیان فرمائی ہے کہ

● —— لِکُلِّ شَیْءٍ مَصْقِلَۃٌ وَمُصْقِلَۃُ الْقَلْبِ ذِکْرُ اللّٰہِ تَعَالٰی o

ترجمہ: ''ہر چیز کے لئے صیقل (صفائی کرنے والی چیز) ہے اور دِل کی صیقل اسمِ اللہ کا ذکر ہے''۔

● —— گویا دل کی صفائی اور پاکیزگی کے لئے ذکرِ اللہ کو فرض کیا گیا ہے اور دل ہی تو وہ آئینہ ہے جس میں دیدارِ الٰہی کے جلوے ہویدا ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں ہر وقت ذکر ''اسمِ اللہ'' میں مشغول رہ کر

اپنے دِلوں کو روشن رکھنے کی ضرورت ہے تا کہ قَالُو بَلٰی کا وعدہ ایفاء ہو سکے۔

حضرت سخی سلطان باھُوؒ اس حدیثِ مبارکہ کی شرح میں فرماتے ہیں۔

دل کر صیقل شیشے وانگوں باھُوؒ دور تھیون کُل پردے ھُو

ترجمہ: اپنے دِل کو آئینہ کی طرح پاک وصاف کر لے تو تمہارے تمام حجابات دور ہو جائیں گے کیونکہ آئینہ جتنا صاف ہوتا ہے عکس اتنا ہی واضح نظر آتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے۔

- مَاصَدَ قَةُ اَفۡضَلُ مِنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ تَعَالٰیؐ ٥

ترجمہ: کوئی صدقہ ذکر اللہ سے افضل نہیں۔

- عِلَا مَةُ حُبِّ اللّٰہِ ذِکۡرُہٗ وَعِلَا مَةُ بُغۡضِ اللّٰہِ عَدَمُ ذِکۡرُہٗ ٥

ترجمہ: اللہ سے محبت کی علامت ذکر اللہ ہے اور اللہ سے بغض کی علامت عدم ذکر اللہ ہے۔

- اَفضَلُ الذِّکۡرِ ذِکۡرُ اللّٰہِ تعالیٰ ٥

ترجمہ: سب سے بہتر ذکر اللہ کا ذکر ہے۔

- ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کیا میں تم کو ایک ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمام اعمال میں بہترین چیز ہے اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ اور افضل ہے اور تمہارے درجوں کو بلند کرنے والی اور سونے چاندی (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) کو خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر اور اِس بات سے بھی کہ جہاد میں تم دشمنوں کو قتل کرو اور وہ تم کو قتل کریں صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ضرور ارشاد فرمائیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اللہ کا ذکر'' (ترمذی شریف)

- حضرت سلمان فارسیؓ سے کسی نے پوچھا کہ مرتبے میں سب سے بڑا عمل کیا ہے انہوں جواب دیا کیا تم نے قرآن شریف نہیں پڑھا ''وَلَذِکۡرُ اللّٰہِ اَکۡبَر'' (کوئی بھی چیز ذکرِ اللہ سے افضل نہیں)۔

احادیثِ قدسی ہے:

- اِذَا رَأَیۡتَ عَبۡدِیۡ لَا یَذۡکُرُ نِیۡ فَاَنَا اَحۡجَبُہٗ عَنۡ ذَلِکَ ٥

ترجمہ: جب تو دیکھے کہ میرا بندہ میرے ذکر سے غافل ہو گیا تو میں اسے محجوب کر دیتا ہوں

- اَنَا مَعُ عَبْدِی یَذْ کُرُونِي فِیْ تحرُّ کِ الشَّفتَانِ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِی بِیْ اَنَا مَعَہُ اِذَا ذَکَرَنِیْ فَاِذَ ا ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ وَ اِذَا ذَکَرَنِی فِیْ مَلَاءٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٌ مِنْھُم ٥

ترجمہ: میں اس وقت اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے اپنے ہونٹوں میں یاد کرتا ہے۔ میں اپنے بندے کے ساتھ اِس کے گمان کے مطابق پیش آتا ہوں۔ جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کا ہم مجلس ہوتا ہوں۔ جب وہ مجھے اپنے دِل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے دِل میں یاد کرتا ہوں جب وہ مجھے کسی مجلس میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس سے بہتر مجلس میں یاد کرتا ہوں۔

مندرجہ بالا آیات، احادیثِ قُدسی اور احادیثِ مبارکہ سے یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ ذکرِ اللہ سے بڑھ کر کوئی عبادت افضل نہیں ہے لیکن وہ کون سا ذکر ہے جس سے انسان کو اپنی پہچان نصیب ہوتی ہے اور پھر انسان کو اپنی پہچان کے نصیب آتے ہی اللہ تعالیٰ کی پہچان نصیب ہوجاتی ہے۔ (مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ ٥ جس نے اپنے نفس کو یعنی خود کو پہچان لیا۔اس نے درحقیقت اپنے رب کو پہچان لیا۔ حدیث شریف) ایک ذکرِلسانی ہے جو زبان سے کیا جاتا ہے اس میں تلاوتِ کلام پاک کلمہ پاک درود پاک اور وہ تمام اذکار ہیں جو زبان سے کئے جاتے ہیں زبانی ذکر سے درجات اور ثواب حاصل ہوتا ہے لیکن قلب یا من کے قفل کو کھولنے والا ذکر، ذکرِ قلبی یا رُوحی (اسمِ اللہ ذات کا ذکر و تصور) ہے۔ جسے سلطان الاذکار بھی کہا جاتا ہے جیسا کہ نماز اسلام کا دوسرا رکن ہے لیکن ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ حضورِ قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور نماز مومن کی معراج ہے۔نماز کا ظاہر الفاظ کا مجموعہ ہے جسے مخصوص آداب کے ساتھ پڑھا جاتا ہے لیکن نماز کا باطن دیدارِ الٰہی اور قربِ الٰہی ہے۔اور یہ مرتبہ صرف سلطان الاذکار کے ذکر سے حاصل ہوتا ہے۔نماز بھی ذکر ہی کی ایک قسم ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

- وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِی (طٰہٰ 14)

ترجمہ: میرے ذکر کے لیے نماز قائم کرو۔

نماز پر ہی اکتفا نہیں کرنا بلکہ ارشاد فرمایا ہر لمحہ ذکرِ اللہ کرتے رہنا ہے۔

فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِکُمْ ۝ (النساء 103)

- ترجمہ: پھر جب تم نماز ادا کر چکو تو کھڑے ، بیٹھے ، اور کروٹوں کے بل لیٹے ذکرِ اللہ کرو

اِس آیاتِ مبارکہ میں کروٹوں کے بل لیٹنے سے مُراد سونا ہے یعنی سوتے ہوئے بھی ذکر اللہ کرنا ہے اور سوتے ہوئے صرف قلبی ذکر ہوتا ہے۔

- پھر ذکر کس طرح کرنا ہے اس کا بھی اعلان فرما دیا۔
- وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ (الکھف 24)

ترجمہ: اپنے رب کا ذکر اتنی محویت سے کر کہ تجھے اپنی بھی خبر نہ رہے۔

- پھر کس کا ذکر کرنا ہے اس کا بھی اعلان فرما دیا:
- وَاذْکُرِاسْمَ رَبِّکَ وَ تَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلاً ۝ (مزمل 8)

ترجمہ: (اے محبوب ﷺ) اور اپنے رب کے نام (اسمِ اللہ) کا ذکر کرو اور سب سے ٹوٹ کر اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

- سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلَی ۝ (الاعلیٰ 01)

ترجمہ: (اے محبوب ﷺ) اپنے رب کے نام (اسمِ اللہ) کی تسبیح بیان کرو جو سب سے اعلیٰ ہے۔

- پھر پہلی وحی میں بھی اسمِ اللہ کے ذکر کا حکم ہے
- اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ (العلق۔10)

ترجمہ: ''پڑھ اپنے رب کے نام (اسم) سے جس نے خلق کو پیدا کیا۔

- فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّکَ الْعَظِیْمِ ۝ (حاقہ 52 اور واقعہ 96 اور 74)

ترجمہ: (اے محبوب ﷺ) اپنے ربِّ عظیم کے نام (اسمِ اللہ) کی تسبیح بیان کرو۔

- اب یہ ذکر کس طرح کرنا ہے اِس کا بھی اعلان فرما دیا:
- وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَۃً وَّدُوْنَ الْجَھْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَ لَا تَکُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ ۝ (اعراف 205)

ترجمہ: اور صبح وشام ذکر کرو اپنے ربّ کا، دِل میں، سانسوں کے ذریعہ، بغیر آواز نکالے خُفیہ طریقے سے، عاجزی کے ساتھ اور غافلین میں سے مت بنو۔

- اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَۃً ؕ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۝ (اعراف 55)

ترجمہ: اپنے ربّ کا ذکر کرو خُفیہ طریقے سے اور عاجزی سے، بے شک حد سے بڑھنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔

قلبی ذکر سے غافل اور اس کا علم نہ رکھنے والے انسان کی پیروی اور اتباع سے منع کیا گیا ہے۔

- وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰکَ عَنْھُمْ ۚ تُرِیْدُ زِیْنَۃَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ۚ ’’وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَہٗ عَنْ ذِکْرِنَا وَاتَّبَعَ ھَوٰہُ وَکَانَ اَمْرُہٗ فُرُطًا‘‘ؐ (سورہ الکہف 28)

ترجمہ: (اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ ان لوگوں کے ساتھ رہا کریں جو رات دِن اپنے ربّ کی بارگاہ میں دیدارِ الٰہی کی خاطر التجا کرتے رہتے ہیں۔ اُن کو چھوڑ کر آپ کی آنکھیں زینتِ دنیا کی تلاش میں نہ پھرا کریں۔’’اور اس کا کہا ہرگز نہ مانیں جس کے دِل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے وہ تو خواہشاتِ نفس کا غُلام ہے اور اس کا کام ہی حدیں پھلانگنا ہے‘‘۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ مقصدِ حیات یعنی معرفتِ حق تعالیٰ کے لئے، رُوح کی ترقی و بالیدگی کے لئے، قلبِ سلیم، اطمینانِ قلب کے لئے اپنے اندر نورِ بصیرت کی تکمیل کے لئے، رضائے الٰہی اور معراج کے لئے اسمِ اللہ ذات کی طلب کرنا اور پھر اس کا ذکر اور تصور کرنا ہر مومن اور مسلم کے لئے لازم ہے۔ اِس کے بغیر نہ کوئی راستہ ہے اور نہ کوئی منزل۔ جب انسان ذکر اور تصور اسمِ اللہ ذات سے اعراض کرتا ہے تو اس کے وجود پر نفس اور شیطان قبضہ جما لیتے ہیں اور دل و دماغ کو اپنے قبضے اور تصرف میں لے لیتے ہیں اور سارے وجود پر اس طرح چھا جاتے ہیں۔ جس طرح ’’آکاس بیل‘‘ پورے درخت کو گھیر لیتی ہے انسان کے رگ و ریشے اور نس نس میں شیطان دھنس جاتا ہے اور اسے حق نظر نہیں آتا کیونکہ اس کی باطنی روزی (رُوح کی غذا) تنگ ہو جاتی ہے۔

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

- ’’وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا وَّ نَحْشُرُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَعْمٰی‘‘ (طٰہٰ 124)

ترجمہ: ’’جس شخص نے میرے ذکر سے اعراض کیا پس اس کی (باطنی یعنی رُوح کی روزی) روزی تنگ کر دی جاتی ہے اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے۔‘‘ (یعنی اسے اِس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی پہچان حاصل نہیں ہوتی اور وہ اندھا رہتا ہے اِسی طرح اسے قیامت کے دِن بھی اللہ

تعالیٰ کی پہچان حاصل نہیں ہوگئی اور اسے اندھا کرکے اٹھایا جائے گا۔) ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

● وَمَنۡ كَانَ فِىۡ هٰذِهٖۤ اَعۡمٰى فَهُوَ فِى الۡاٰخِرَةِ اَعۡمٰى (بنی اسرائیل 72)

ترجمہ: ''جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا۔''

اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق محض اس غرض سے کی کہ اس کی پہچان ہو۔ اس کے جلال و جمال کے جلوے آشکارا ہوں اور اس کے حُسن و جمال پر مرمٹنے والا کوئی عاشق ہو۔ سو انسان کی پیدائش کی اصل غرض و غایت اللہ کی معرفت اور پہچان ٹھہری اور کسی چیز کی پہچان کا سب سے عمدہ اور اعلیٰ ذریعہ آنکھ اور بصارت ہے اور ''دیکھنے'' سے کسی بھی چیز کی پوری پوری پہچان ہو جایا کرتی ہے دیگر حواس اور اعضاء شناخت کے کمزور اور ناقص آلے ہیں۔ اس لئے آنکھ سے کیا جانے والا تصور اور قلب سے کیا جانے والا ذکر سب سے اعلیٰ اور افضل ہے صرف یہی ذریعہ معرفت اور وسیلہ دیدارِ پروردگار ہے۔ تصور سے اسمِ اللہ ذات کو اپنے دل پر نقش کرنے سے یہ انسان کی باطنی شخصیت پر اثر انداز ہو کر اسے زندہ اور بیدار کرتا ہے اور اس طرح تصور اور ذکر اپنے ''حقیقی مقام'' پر مرکوز ہوتا ہے اور دوسرے طریقوں پر ذکر کرنے سے ذاکر اپنے اصلی مقصد اور حقیقی غرض سے بہت دُور ہوتا ہے گویا ذکر کا اصل مقصد ''باطنی آنکھ'' کو بیدار کرنا ہے اور جب سالک کی باطنی آنکھ کُھل جاتی ہے تو اسے "نُورِ بصیرت" حاصل ہو جاتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی پہچان اور معرفت حاصل ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ذاتی جلوے اور مشاہدے میں محو ہو جاتا ہے۔

ذکر اور تصور کیا ہے؟

ذکر اور تصور کا باہمی رشتہ ایک تانے بانے کی مانند ہے اور ان کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارا دل ہر وقت کچھ نہ کچھ سوچتا رہتا ہے۔ کسی نہ کسی چیز کے خیال میں محو رہتا ہے۔ ایک لحہ بھی خالی نہیں رہ سکتا۔ یہ ذکر کی قسم ہے۔ اور جن چیزوں کے متعلق ہمارا دل سوچتا ہے تو ان کی شکلیں ہمارے سامنے آجاتی ہیں۔ اگر بیوی بچوں کے متعلق سوچتا ہے تو وہ آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں۔ اور اگر گھر کے بارے میں سوچتا ہے تو گھر ہمارے سامنے آجاتا ہے۔ اسے ''تصور'' کہتے ہیں۔ ذکر و تصور کا یہ سلسلہ مسلسل اور لگاتار جاری رہتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے

کہ دنیا، دنیا کے لوگوں اور اشیاء سے ہماری محبت اور رشتہ مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ یہی تعلق اور لگاؤ ذکر اور تصور ہے۔ صوفیاء کرامؒ ذِکر اور تصور کے اس دنیاوی رُخ کو رُوحانی رُخ کی طرف موڑ کر واصل باللہ ہونے کا طریقہ ذِکر اور تصورِ اسم اللہ ذات کی صُورت میں بتاتے ہیں جس طرح لوہے کو لوہا کاٹتا ہے اور پانی کی بہتات سے پژمُردہ فصل پانی ہی سے ہری بھری ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ذِکر کو ذِکر اور تصور کو تصور کاٹتا ہے۔ ضرورت صرف ذِکر اور تصور کے رُخ کے بدلنے کی ہے اگر ہم دنیا اور اس کی فانی اشیاء اور اشکال کی بجائے اسمِ اللہ ذات کا ذِکر اور تصور کریں تو ہمارا اس دنیا اور اس کی اشیاء سے لگاؤ اور محبت ٹوٹ کر اللہ سے عشق و محبت پیدا ہو جاتا ہے اور انسان کے قلب میں پوشیدہ امانتِ حق تعالیٰ ظاہر ہو جاتی ہے۔

اسمِ اللہ ذات ہی اسمِ اعظم ہے

عاملین، عابدین اور زاہدین نے ہر دور میں اسمِ اعظم کی تلاش کی لیکن سوائے چند عارفین کے اسمِ اعظم نہ پا سکے یعنی کنہہ تک نہ پہنچ سکے بے شک انہوں نے ذِکر اللہ سے مراتب اور درجات تک رسائی حاصل کر لی لیکن دریائے وحدت میں غوطہ زن ہونے اور وصالِ الٰہی سے محروم رہے۔

حضرت سخی سلطان باھُوؒ فرماتے ہیں:

سُن! علماء کو قرآنِ مجید میں سے اسمِ اعظم اس لئے نہیں ملتا کہ اسمِ اعظم صرف وجودِ اعظم میں ہی قرار پکڑتا ہے اگر کسی کو اسمِ اعظم مل بھی جائے اور وہ اِس کا ذکر بھی کرتا رہے تو اِس پر تاثیر نہیں کرتا کہ جس کا وجود ہی بے اعظم ہو اس پر اسمِ اعظم کیا اثر کرے گا۔ اسمِ اعظم کے بغیر ذکر جاری نہیں ہوتا اور اسمِ اعظم صرف وجودِ اعظم میں قرار پکڑتا ہے۔ جو یا تو فقیر کامل مکمل کے پاس ہوتا ہے یا علمائے عامل کے پاس اور علمائے عامل فقیر کامل ہوتے ہیں۔ جو آدمی اسمِ اعظم پر اعتقاد نہیں رکھتا اور اللہ تعالیٰ سے بھی اعتقاد اُٹھا لیتا ہے وہ احمق ہے۔ اسمِ اعظم اُسے نصیب ہوتا ہے جو صاحبِ مسمّٰی ہو اور جو صاحبِ مسمّٰی ہو جاتا ہے وہی صاحبِ اسمِ اعظم ہوتا ہے۔ (عین الفقر)

اسی لئے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَسۡئَلُوۡۤا اَہۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝ (الانبیآء-7)

ترجمہ: اہلِ ذکر سے پُوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔

اب ذرا غور کریں تو بات فوراً سمجھ میں آجائے گی کہ یہاں پر فَسْئَلُوا اَهْلَ الْعِلْمِ نہیں فرمایا کہ اگر تم نہیں جانتے تو اہلِ علم سے پوچھ لو بلکہ فرمایا اہلِ ذکر سے پوچھ لو۔ کیونکہ علم والے خود بھی ٹھوکر کھا سکتے ہیں کیونکہ علم وہ خبر ہے جس کا محل دماغ ہے جبکہ ذکر وہ خبر ہے جس کا محل دِل ہے علم دماغ کی تختی پر لکھا جاتا ہے اور ذکر دِل کی تختی پر مرقوم ہوتا ہے۔'' سورہ لقمان آیت نمبر 15 میں ہے۔ ''وہ رحمٰن ہے سو پوچھ اس سے اس کے بارے میں جو اس کی خبر رکھتا ہے''۔

اِس آیت مبارکہ میں ارشاد ہے کہ اگر اسمِ اعظم کے ذکر کے متعلق نہیں جانتے تو اہلِ ذکر یعنی جو اس کا علم رکھتے ہیں اُن سے پُوچھ لو۔

حضرت سخی سلطان باھُوؒ فرماتے ہیں اسمِ ذات اَللّٰهُ ، لله ، له ، هو اسمِ اعظم ہیں۔ (عین الفقر)

بہت سی روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسمِ اللہ ذات ہی اسمِ اعظم ہے

- سید عالم ﷺ نے ایک شخص کو کہتے سنا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنِّیْ شَهِدَ اَنَّکَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَد ٥ ارشاد فرمایا خدا کی قسم تو نے اللہ تعالیٰ سے اس اسمِ اعظم سے سوال کیا ہے کہ جب اس سے سوال کیا جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے اور جب اس سے دعا کی جاتی ہے تو قبول فرماتا ہے۔
- ایک حدیث میں آیا ہے اسمِ اعظم ان دو آیتوں میں ہے۔ اِلٰهُکُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ اور الٓمّٓ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (ابن ابی شیبة وابوداود والترمذی)
- ایک حدیث میں ہے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یوں دعا کی: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَدْعُوْکَ اللّٰهُ وَ اَدْعُوْکَ الرَّحْمٰنُ وَاَدْعُوْکَ الرَّحِیْمَ وَاَدْعُوْکَ بِاَسْمَائِکَ الْحُسْنٰی کُلِّهَا مَا عَلِمْتُ مِنْهَا مَالَمْ اَعْلَمْ نبی ﷺ نے فرمایا۔ ان میں اسمِ اعظم ہے۔ (ابنِ ماجہ۔)

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ اسمِ اعظم هُوَ اللّٰهُ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمُ ہے۔

- امام قاضی عیاض نے بعض علماء سے نقل فرمایا۔ اسمِ اعظم کلمۂ توحید لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ میں ہے۔
- امام فخرالدین رازیؒ و بعض صوفیاء کرامؒ نے ''ھو'' کو اسمِ اعظم بتایا ہے۔
- جمہور علماء فرماتے ہیں اسم ''اللّٰهُ'' اسمِ اعظم ہے

- حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اسم اللہ ذات اسمِ اعظم ہے لیکن شرط یہ ہے کہ تو ''اسمِ اللہ'' کہے اور اس وقت تیرے دِل میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کچھ نہ ہو۔
- علامہ ابنِ عابدینؒ فرماتے ہیں امام ابوحنیفہؒ نے اسمِ اللہ کو اسمِ اعظم فرمایا ہے۔
- بعض علماء کرام نے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کو اسمِ اعظم کہا ہے۔
- حضرت سخی سلطان باھُوؒ فرماتے ہیں

ب بسم اللہ اسم اللہ دا اے وی گہنا بھارا ھو

ترجمہ: ''بسم اللہ میں ''اسمِ اللہ'' پوشیدہ ہے اور یہ وہی بھاری امانت ہے جس کو اٹھانے سے ساری مخلوقات نے انکار کر دیا تھا سوائے انسان کے''

آپؒ مزید فرماتے ہیں ''سُن! چاروں کتابیں زبور، توریت، انجیل اور قرانِ مجید حقیقت میں اسمِ اللہ ذات کی شرح و تفسیر ہیں تمام پیغمبروں نے پیغمبری اسمِ اللہ ذات کی برکت سے پائی اسی کی برکت سے دشمنوں پر فتح حاصل کی اسمِ اللہ ذات عینِ ذات پاک ہے ۔(عین الفقر)

ان تمام روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے درحقیقت اسمِ اللہ ذات ہی اسمِ اعظم ہے کیونکہ ہر آیت میں اسمِ اللہ ذات (اللّٰہ . لِلّٰہ . لہٗ .ھو) کسی نہ کسی صورت میں موجود ہے۔

حضرت سلطان باھُوؒ فرماتے ہیں کہ اسمِ اعظم بغیر نگاہِ کامل کے قرار نہیں پکڑتا۔

علامہ شیخ محمد اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ اسمِ اعظم کی شرح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کائنات میں ہر وقت ایک کامل اکمل ولی موجود ہوتا ہے جس کی ظاہری اور باطنی صورت اسمِ اللہ ذات (اسمِ اعظم) ہوتی ہے جو اماناتِ الٰہیہ کا حامل اور اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہوتا ہے۔ اور اس ولی کامل سے اسمِ اعظم کی حقیقت نصیب ہوتی ہے۔ (تفسیر روح البیان)

پس یہ ثابت ہوا کہ اسمِ اللہ ذات ہی اسمِ اعظم ہے لیکن یہ اس وقت قرار پکڑتا ہے جب مرشد کامل اکمل تلقین فرماتا ہے۔

اسمِ اللہ ذات اور مرشدِ کامل

یہ بات تو عیاں ہے کہ انسان نے اس دنیا میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی پہچان اور معرفت حاصل کرنی ہے اور اس کا دیدار حاصل کر کے اس کے عشق کا دم بھرنا ہے کیونکہ عالمِ اَرواح کی آنکھ

اور اسمِ اللہ ذات کے نُور میں ہم نے اللہ رب العزت کا دیدار کیا اب سوال یہ ہے کہ اس دنیا میں ہماری ان دونوں طاقتوں پر پردہ ڈال دیا گیا ہے اور ساتھ ساتھ ہمارے ذہنوں سے وہ لمحات اور وہ یادیں بھی ختم کر دی گئی ہیں جو ہم نے اللہ پاک کے ساتھ عالمِ اَرواح میں گذاریں قرانِ کریم میں ارشاد ہے فَذَكِّرْهُمْ بِاَيَّامِ اللّٰهِ ترجمہ: ''پس ذکر کرو اللہ کے دنوں کا''

علامہ ابن عربیؒ اس آیت کریمہ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں پس یاد کرو ان دنوں کو جو تم نے اللہ کے ساتھ گذارے ہیں حضرت سخی سلطان باھُوؒ فرماتے ہیں

کُن فیکُون جدوں فرمایا اَساں وی کولے ہاسے ھو
ہِک لامکان مکان اساڈا ہِک آن بُتاں وچ پھاسے ھو

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے ''کُن'' فرمایا اور کائنات کو تخلیق کیا تو ہم بھی وہیں موجود تھے ایک تو لامکان میں ہمارا بسیرا تھا اور ایک یہ وقت ہے کہ ہم عنصری اجسام میں قید ہیں۔

ایک اور مقام پر آپؒ فرماتے ہیں۔

الستُ بربکُم سُنیا دل میرے، جند قالو بلیٰ کوکیندی ھو
حُب وطن دی غالب ہوئی ہِک پَل سوون نہ دیندی ھو

ترجمہ: جب سے میں نے الستُ بربکُم (کیا میں تمہارا ربّ نہیں ہوں) سُنا ہے ہماری روح ''قالوُ بلیٰ'' پکاری ہے۔ ہمارے اُوپر عالمِ لاہوت (جہاں اَرواح کو تخلیق کیا گیا) یعنی اصل وطن کی محبت اتنی غالب ہے کہ ہمیں ایک پل کے لئے بھی آرام نہیں لینے دے رہی۔

پیر مہر علی شاہؒ صاحب فرماتے ہیں۔

کُن فیکُون تاں کل دی گل اے
اَساں پہلے دی پریت لگائی

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے ''کُن'' فرمایا اور یہ کائنات وُجود میں آ گئی یہ تو ابھی کل ہی کی بات ہے ہم تو اس سے پہلے سے ہی اللہ تعالیٰ کی محبت میں غرق ہیں۔

یعنی صوفیاء کرامؒ نے ان ایام کو یاد کیا اور طلب ظاہر کی کہ وہ دوبارہ لوٹ آئیں لیکن مقامِ افسوس یہ ہے کہ ہمیں اس دنیا میں رہتے ہوئے سالہا سال گذر گئے ہیں نماز، روزہ، حج اور تمام

دینی فرائض پورے کرنے کے باوجود عالمِ خلق میں پھنسے ہوئے ہیں اور اپنی حقیقت سے نا آشنا ہیں مولانا رومیؒ ایک واقعہ بیان کر کے انسان کی توجہ اس کی حقیقت کی طرف مبذول کرواتے ہیں آپؒ فرماتے ہیں ایک دفعہ کا ذکر ہے ایک چرواہا جنگل میں بھیڑ بکریاں چرانے کیلئے گیا اس کی نظر ایک نومولود شیر (شیر کے بچہ) پر پڑی تو وہ چرواہا اسے اپنے ساتھ لے آیا اور اسے اپنی بھیڑ بکریوں کے ساتھ پالا وہ بچہ بھیڑ بکریوں کے ساتھ مانوس ہوگیا اور خوش وخرم زندگی گذارنے لگ گیا ایک دن چرواہا ریوڑ کو لے کر گیا تو اچانک شیر نے حملہ کر دیا تو شیر کو دیکھ کر بھیڑ بکریاں بھاگنا شروع ہو گئیں شیر کی نظر اچانک اپنے بچے پر پڑی تو شیر بڑا حیران ہوا کہ بچہ تو میرا ہے اور مجھ سے ڈر کر بھاگ رہا ہے شیر نے بھیڑ بکریوں کو چھوڑ کر اس بچہ کو پکڑ لیا آپؒ فرماتے ہیں کہ اس نے بہت آہ و زاری کی شیر اسے ایک چشمے پر لے آیا اور مخاطب ہوا ڈرو نہیں پانی میں دیکھو تمہاری صورت میری طرح ہے تم مجھ سے کیوں خوف کھا رہے ہو تم تو مجھ سے ہو پھر وہ شیر ایک بکری کو شکار کر کے اس کے سامنے ڈالتا ہے یہاں سے شیر کے بچے کو اپنی حقیقی پہچان نصیب ہوتی ہے۔

اے انسان اس دنیا میں تو شیر کے بچہ کی طرح آیا ہے تجھے معلوم نہیں کہ تو کون ہے تجھے کسی شیر یعنی مردِ کامل کی ضرورت ہے جو تجھے اسمِ اللہ ذات کا تصور سکھا کر تجھے تیری پہچان کروائے بقول اقبالؒ

حدیثِ دل کسی دَرویش بے گلیم سے پوچھ
خدا کرے تجھے تیرے مقام سے آشنا

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو امانت ہم نے اٹھائی اور جس امتحان کیلئے ہم دنیا میں آئے ہیں اس امتحان میں کامیاب ہونے کیلئے ایک راہبرِ کامل کی ضرورت ہے انسانوں کی ہدایت کیلئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کو منتخب فرمایا فرمانِ خداوندی ہے "اللہ جسے چاہتا ہے چُن لیتا ہے" (القران)

یہ محبوب بندے پیغمبروں کی صورت میں آتے رہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اولیائے کاملینؒ کی صورت میں لوگوں کی ہدایت کیلئے تا قیامت آتے رہیں گے انؒ کے آنے کا مقصد انسان کی راہنمائی ہے تا کہ انسان اس دنیا میں کامیاب ہو سکے اور اسے اپنے محبوبِ حقیقی کی معرفت اور پہچان حاصل ہو سکے ارشادِ خداوندی ہے

''مومنین پر میرا احسان ہے کہ میں نے ان میں اپنا نبی ﷺ مبعوث کیا جو ان کا تزکیہ کرتا ہے اور کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے (سورہ الجمعہ)
یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کا حقیقی مقصد یہ بیان فرمایا کہ آپ ﷺ اپنی نگاہِ کامل سے رُوح کو زندہ کرتے ہیں اور حقیقت کی تعلیم دیتے ہیں جب آپ ﷺ نے نگاہ فرمائی تو وہ لوگ جو خدا کے وجود کے انکاری تھے انہوں نے مکہ کی گلیوں میں نعرہ بلند کیا۔

- رأیت ربی فی سیکک المدینہ

ترجمہ: ''میں نے اپنے رب کو مدینہ کی گلیوں میں چلتے ہوئے دیکھا'' (حضرت ابو ہریرہؓ)
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمت کے علمائے کرام (اولیائے کاملینؒ) بنی اسرائیل کے پیغمبروں کی طرح ہوں گے اس کی تائید میں اور بھی احادیثِ مبارکہ موجود ہیں۔

فرمانِ نبی ﷺ ہے۔

- ''پہلے رفیق تلاش کرو پھر راستہ پر چلو'' (الحدیث)
- جس کا رہبر نہیں اس کا راہبر شیطان ہے (مسلم شریف)

ہر انسان پر مرشد کامل کی تلاش فرض کی گئی ہے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مرشدِ کامل کی پہچان کیا ہے حضرت سخی سلطان باھوؒ فرماتے ہیں اے طالب تو بارہ سال شریعت میں ریاضت کر' بارہ سال طریقت میں ریاضت کر' بارہ سال معرفت میں اور بارہ سال حقیقت میں' اڑتالیس سال کے عرصہ کے بعد تو اس قابل ہوتا ہے کہ تیرے دل پر اسمِ اللہ ذات روشن ہو ورنہ اس مرشدِ کامل کو تلاش کر جو تجھے پہلے دن ہی اسمِ اللہ ذات کی طرف رجوع دلا دے آپؒ مزید فرماتے ہیں کہ
''مرشد کامِل وہ ہوتا ہے جو طالب کو اسمِ اللہ کے ذکر کے ساتھ ساتھ اس کا تصور بھی عطا کرے''
آپؒ فرماتے ہیں

- ''مرشدِ کامل پہلے دن ہی طالبِ مولا کو اسمِ اللہ ذات سونے کی طرح چمکتا ہوا تحریر کر کے دیتا ہے'' (کلیدِ جنت)

پس ثابت ہوا کہ عالمِ خلق میں انسان کو اپنا حقیقی مقصد یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت اور پہچان حاصل کرنے کیلئے اس دنیا میں ایک راہبر کی ضرورت ہے ایسا راہبر جو پہلے دن اس کے اندر کی حقیقت کو بیدار کر دے (مُرشدِ کامل کے بارے میں مزید تفصیلات کے لئے کتاب مُرشدِ کامل اکمل کا مطالعہ کریں)۔

اسمِ اللہ ذات اور صحابہ کرامؓ و اولیائے کاملینؒ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں؛

ترجمہ: ''تیرا درد تیرے بیچ ہے اور تو جانتا نہیں تیری دوا بھی تیرے اندر ہے اور تو دیکھتا نہیں اور تُو گمان کرتا ہے کہ تُو یہی چھوٹا سا جسم ہے حالانکہ تیرے اندر بہت بڑا جہان سمٹا ہوا ہے اور تو وہ روشن کتاب ہے جس کے حرفوں سے پوشیدہ چیز ظاہر ہوتی ہے۔''

آپؓ رویئتِ حق تعالیٰ کے متعلق ایک روایت میں فرماتے ہیں؛

''پس میں نے اپنے رب کو دل میں یقین کی آنکھ سے دیکھا ہے۔''

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

آپؓ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنی پہچان اور اپنے اظہار کیلئے انسانِ کامل کو منتخب فرمایا۔ پورا قرآنِ مجید (اُم الکتاب) سورۃ فاتحہ میں ہے اور سورۃ فاتحہ بسم اللہ میں اور اسمِ اللہ انسانِ کامل کے دل میں جلوہ گر ہے۔ اس لئے انسانِ کامل تمام صفات و ذات کے لئے مجمل اور مفصل ہے۔

آپؓ اس حقیقت کو یوں بیان فرماتے ہیں۔ ''قلم اور انسان کی رُوح کے درمیان، لوح اور دل کے درمیان، عرش اور جسم انسان کے درمیان' کُرسی اور نفس انسان کے درمیان مشابہت ہے ہر ایک ان میں سے اس کے واسطے آئینہ ہے۔ پس ہر وہ چیز جو قلم میں مجمل ہے وہی انسان کی رُوح میں مجمل ہے اور ہر وہ چیز جو لوح میں مفصل ہے وہی انسان کے دل میں مفصل ہے اور وہ ہر چیز جو کُرسی میں مفصل ہے وہی نفس انسان میں مفصل ہے۔ پس انسان کتاب جامع ہے واسطے تمام کُتب الٰہیہ و کونیہ کے۔ اس لئے وہ مجموعہ اشیاء ہے اجمال و تفصیل میں۔ سو جس نے پہچانا ہے اپنے نفس کو پس اس نے پہچان لیا اپنے رب کو۔'' (مراۃ العارفین تصنیفِ لطیف حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ)

پیرانِ پیر دستگیر حضرت شیخ محمد عبد القادر جیلانیؒ

آپؒ فرماتے ہیں ''جب ایک بار دل سے کہا جائے ''اَللّٰہُ'' پھر دل میں غیر باقی نہ

رہے''۔ اور دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ جب کسی کے دل میں اسمِ اللہ ذات آ جاتا ہے تو اس سے دو چیزیں پیدا ہوتیں ہیں ایک نار اور دوسری نُور، نار سے تمام غیر اللہ تصورات و مادی محبتیں جَل جاتی ہیں اور نور سے دل منور آئینہ بن جاتا ہے۔'' (فتح ربانی)

حضرت شیخ جنیدؒ بغدادی

آپؒ فرماتے ہیں۔ اسمِ ''اَللّٰہُ'' کا ذاکر اپنی ذات سے بے خبر اور اپنے رب کے ساتھ واصل ہوتا ہے وہ احکامِ الٰہیہ پر سختی سے کاربند ہوتا ہے اور دل میں اس کے مشاہدہ میں مشغول رہتا ہے۔ حتیٰ کہ مشاہدہ کے انوار و تجلیات اس کی بشری صفات کو جلا کر رکھ دیتے ہیں۔

حضرت شیخ بہاؤ الدینؒ نقشبند

(بانی سلسلہ نقشبند)

حضرت شیخ بہاؤ الدینؒ نقشبند سولہ سال تک لگاتار اسمِ اللہ ذات دِل پر نقش کرتے رہے مگر کامیاب نہ ہوسکے ایک روز اس کوشش میں اتنے وارفتہ ہوئے کہ جنگل کی طرف نکل گئے وہاں حضرت خضرؑ سے ملاقات ہوگئی۔ حضرت خضرؑ نے فرمایا اے بہاؤ الدینؒ کیا کر رہے ہو؟ جواب دیا کہ دل روشن نہیں ہو رہا اس لئے بے حد پریشان ہوں۔ انہوںؑ نے فرمایا کہ تصورِ اسمِ اللہ ذات کیا کرو عرض کی سولہ سال سے اسی کوشش میں ہوں مگر کامیابی نہیں ہو رہی۔ حضرت خضرؑ نے فرمایا جاؤ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مزار پر حاضر ہو کر التجاء کرو کام بن جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور مزارِ غوث اعظمؒ پر حاضر ہو کر التجاء کی۔

یا دستگیر عالم دستم مرا بگیر
دستم چناں بگیر کہ گویندت دستگیر

ترجمہ:۔ ''اے جہان بھر کی دستگیری کرنے والے میری بھی دستگیری فرمائیں جس شان کے آپؒ دستگیر ہیں''۔

اس پر حضور غوث پاک سید عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنا دایاں ہاتھ مزار مبارک سے باہر نکال کر اسمِ اللہ ذات کی شکل میں ان کے سامنے کر کے فرمایا۔

اے نقشبند عالم نقشم را بہ بند
نقشم چناں بہ بند کہ گویندت نقشبند

ترجمہ: ''اے نقشبندِ عالم میرے والا نقش (اسمِ اللہ ذات) جما اور ایسا جما کہ رہتی دنیا تک لوگ تجھ کو نقشبند کے نام سے یاد کریں۔''

اس کے ساتھ ہی حضرت بہاؤ الدینؒ نقشبند کے دل پر اسمِ اللہ ذات نقش ہو گیا۔

حضرت شیخ فقیر اللہؒ صاحب

ایک دفعہ شیخ فقیر اللہؒ صاحب اسمِ اللہ ذات کے ذکر میں مشغول تھے دیکھا کہ پاس چند فرشتے بیٹھے تسبیح و تقدیس میں محو ہیں تو آپؒ نے ان فرشتوں سے فرمایا تھوڑا قریب آ جاؤ اور میرے ذکر میں شریک ہو جاؤ تو انہوں نے کہا ہم آپؒ کے قریب آنے اور اس ذکر میں شامل ہونے کی طاقت اور استطاعت نہیں رکھتے۔ (یعنی ذکرِ اسمِ اللہ ذات صرف انسان کا شرف ہے)۔

حضرت خواجہ غلام فریدؒ

حضرت خواجہ غلام فریدؒ جن کا اصل نام خورشید عالمؒ تھا اور آپؒ کے مرشد حضرت خواجہ فخر جہانؒ تھے لیکن چوبیس سال کے روہی میں چلہ کے بعد حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ نے خورشید عالمؒ پر باطنی مہربانی فرمائی اور اسمِ اللہ ذات لکھ دیا جس سے آپؒ پر تمام حقائق منکشف ہو گئے تو آپؒ نے اس عظیم مہربانی پر اپنے آپؒ کو غلام فرید (یعنی بابا فریدؒ کا غلام) کہلوانا شروع کر دیا۔ یہی وجہ تھی کہ آپؒ ننگے پیر کوٹ مٹھن شریف سے پاک پتن جایا کرتے تھے آپؒ کا یہ جملہ ''ملفوظاتِ فریدیؒ'' میں مرقوم ہے کہ ''وہ مومن ہرگز نہیں جس کا ایک سانس بھی اسمِ اللہ ذات کے بغیر جائے۔'' آپؒ فرماتے ہیں۔

الف ہکو ہم، بس وے میاں جی
ہور کہانی مول نہ بھانی
الف گِدھم دل کھس وے میاں جی
ب تے ت دی کل نہ کائی
الف کیتم بے وس وے میاں جی

ترجمہ: ایک اسمِ اللہ ذات ہی ہمارے لئے کافی ہے ہمیں کسی اور وِردو وظائف کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اسمِ اللہ ذات نے ہی ہمارا دِل منور کر دیا ہے اور اسمِ اللہ ذات پوری طرح ہمارے اُوپر حاوی ہو چکا ہے اور ہمیں حقیقت سے آگاہی حاصل ہو چکی ہے۔

آپؒ مزید فرماتے ہیں؛

یار فریدا یار سنجانن کیتے
ایہہ نسخہ ہِک ٹک ہے

''یار (اللہ تعالیٰ) کو پہچاننے کیلئے یہ نسخہ (اسمِ اللہ ذات) قیمتی اور مجرب ہے''۔

حضرت سید ابو العباسؒ

حضرت سید ابو العباسؒ فرماتے ہیں اے سالک! تجھے اسمِ اللہ ذات کا ذکر کرنا چاہیئے کیونکہ یہ اسم تمام اسماء کا سلطان ہے۔ اسکی ابتداء علم اور انتہاء نور ہے۔

حضرت عارف باللہ ابنِ عجیبہؒ

اسمِ ''اَللّٰہُ'' سلطان الاوراد اور سلطان الاسماء ہے اور یہ اسمِ اعظم ہے ذاکر جب اس کے ذکر میں مشغول ہوتا ہے تو یہ ذکر اس کے گوشت میں شامل ہو جاتا ہے اور اس کے انوار و تجلیات ذاکر کے کلیات و جزئیات میں سرایت کر جاتے ہیں یہ ذکر زبان سے دل کی طرف اور دل سے رُوح کی طرف اور رُوح سے سِرّ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ اس وقت زبان ساکت وصامت ہو جاتی ہے اور ذاکر کو وصال اور مشاہدہ نصیب ہوتا ہے۔''

حضرت امام ابو قاسم قشیریؒ

''اسمِ اَللّٰہُ کا ذکر ولایت کا منشور، وصال کا منارہ، راہِ سلوک پر چلنے کی علامت اور منزل تک پہنچنے کی دلیل ہے ذکر اسمِ اَللّٰہُ سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ تمام خصائلِ حمیدہ جو ذکر کی طرف ہی راجع ہیں تمام کا منبع ذکرِ اَللّٰہُ ہی ہے۔

حضرت ابنِ قیم الجوزیہؒ

''بلاشک وریب چاندی وتانبے کی طرح دل بھی زنگ آلود ہوجاتا ہے۔اس کی صفائی اسمِ ''اَللّٰہُ'' سے ممکن ہے ذکرِ الٰہی دل کو چمکتے ہوئے آئینہ کی مانند کر دیتا ہے''۔

حضرت امام فخر الدین رازیؒ

''جہنم میں داخل ہونے کا سبب ذکرِ ''اَللّٰہُ'' سے غفلت ہے اور عذابِ جہنم سے چھٹکارا ذکرِ اَللّٰہُ سے ہی ممکن ہے۔ جب قلب ذکرِ اَللّٰہُ سے غافل ہوتا ہے اور دنیا اور اس کی خواہشات کی طرف متوجہ ہو کر حرص وہوا میں مبتلا ہو جاتا ہے اور پھر ایک طمع سے دوسری طمع کی طرف ایک ہوس سے دوسری ہوس کی جانب منتقل ہوتا رہتا ہے حتیٰ کہ تاریکیوں میں گر جاتا ہے اور جب اس کے دل پر اللہ کے ذکر اور معرفت کا دروازہ کھلتا ہے تو ان تمام آفات اور مصائب سے چھٹکارا حاصل کر کے اسے رب تعالیٰ کی معرفت کا شعور حاصل ہو جاتا ہے''(تفسیر کبیر)

شیخ احمد بن عجیبہؒ

''بندہ اُس وقت ہی مقامِ رضا تک رسائی حاصل کرتا ہے جب وہ سلوک کے ابتدائی تین مراحل کو عبور کرے''۔

1۔ کہ وہ اسمِ جلالت (اسمِ اللہ ذات) کے ذکر میں مستغرق ہو۔ یہ تب ممکن ہے جب مرشدِ کامل سے ذکر کی اجازت ہو۔

2۔ ذاکرین کی صحبت حاصل ہو۔

3۔ شریعتِ محمدیہ ﷺ پر کاربند ہو۔

حضرت پیر سید مہر علی شاہؒ صاحب

ایک طویل عرصہ تک علم وفضیلت کے حصول اور چلہ وریاضت میں رہنے کے بعد جب مرشدِ کامل سے اسمِ اللہ ذات ملا تو اس نے تمام تر ترتیب کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔

آپؒ فرماتے ہیں۔

سب لِکھیا پڑھیا بُھلا رہیاں
ہکو نام سجن دا گا رہیاں
لُوں لُوں تے ساہواں نال
دل لگڑا بے پرواواں نال

ترجمہ: جب سے ہمیں ذکر اور تصور کے لئے اسمِ اللہ ذات مِلا ہے ہم نے تمام علوم کو فراموش کر دیا ہے کیونکہ اب ہمارا ہر سانس اور جسم کا ریشہ ریشہ اسمِ اللہ ذات کا ذکر کر رہا ہے اور ہمارا رشتہ اس بے نیاز ''ذات'' سے قائم ہو چکا ہے۔

حضرت بابا بُلھے شاہؒ صاحب

الف اللہ نال دل رَتا میرا
مینوں بے دی خبر نہ کائی
ب پڑھیاں مینوں سمجھ نہ آوے
لذت الف دی آئی
بلھیا قول الف دے پورے
جیہڑے دل دی کرن صفائی

ترجمہ: اسمِ اللہ ذات نے ہمارا دِل اتنا روشن کر دیا ہے کہ ہمیں دوسرے کسی وظیفہ کی خبر نہیں کیونکہ دوسرے کسی وظیفہ سے ہمیں کچھ حاصل نہیں ہوا جو اسمِ اللہ ذات پڑھنے سے حاصل ہوا ہے۔ یہ بات بالکل سچ ہے کہ یہ اسمِ اللہ ذات ہی ہے جو دِل کو صیقل کر کے اُسے اللہ تعالیٰ کے جلوہ سے منور اور روشن کر دیتا ہے۔ یہ حقیقت کسی اور وظیفہ سے حاصل نہیں ہوتی۔

کیوں پڑھنا ایں گڈ کتاباں دی
سر چاناں ایں پنڈ عذاباں دی
ایہہ پینڈا مشکل بھارا اے
اِک الف پڑھو چھُٹکارہ اے

ترجمہ: کیوں تم نے کتابوں کے ڈھیر اکھٹے کر کے رکھے ہیں کیونکہ جتنا علم حاصل کرتے جاؤ

گے اتنے ہی حجابات بڑھتے جائیں گے اور روزِ جزاء علم کے مطابق حساب دینا پڑے گا یہ بڑی مشکل منزل ہے اس سے نجات اور چھٹکارے کا ذریعہ صرف ذکر اسمِ اللہ ذات ہی ہے۔

حضرت علامہ اقبالؒ

آپؒ نے اپنے کلام میں معرفت وطریقت کی خوب وضاحت فرمائی ہے ساتھ ہی آپؒ شدتِ شوق سے بارگاہِ مرشد میں اسمِ اللہ ذات کی طلب میں عرض کرتے ہیں۔

نویس اللہ بر لوحِ دلِ من
کہ ہم خود را ہم او را فاش بینم

''میرے دل کی لوح پر اسمِ اللہ ذات لکھ اور مجھے بھی اور میرے اندر چھپے ہوئے حق تعالیٰ کے بھید کو بھی آشکارا کردے''۔

نگہ اُلجھی ہوئی ہے رنگ و بُو میں
خرد کھوئی گئی ہے چارسُو میں
نہ چھوڑ اے دل فغانِ صبحگاہی
اماں شاید ملے ''اَللّٰہُ'' ''ھُو'' میں

میری نوائے شوق سے شور حریمِ ''ذات'' میں
غلغلہ ہائے اَلاماں بُت کدہ ''صفات'' میں

مٹا دیا میرے ساقی نے عالمِ مَن و تُو
پِلا کے مجھ کو مَے لا اِلٰہَ اِلاَّ ''ھُو''

شوق مری لَے میں ہے شوق مری نَے میں ہے
نغمہ ''اَللّٰہُ'' ''ھُو'' میرے رَگ و پے میں ہے

بادہ کش غیر ہیں گلشن میں لبِ جو بیٹھے
ہنستے ہیں جامِ بکف نغمہ کو کو بیٹھے
دُور ہنگامہ گلزار سے یک سو بیٹھے
تیرے دیوانے بھی ہیں منتظرِ "ھُو" بیٹھے
اپنے پروانوں کو پھر ذوقِ خود افروزی دے
برقِ دیرینہ کو فرمانِ جگر سوزی دے

موجودہ دَور کے بارے میں آپؒ فرماتے ہیں:

کہن ہنگامہ ہائے آرزو سَرد
کہ ہے مردِ مسلماں کا لہو سَرد
بُتوں کو میری لا دینی مبارک
کہ ہے آج آتشِ "اَللّٰہُ" "ھُو" سَرد

حضرت مولانا رومؒ

فرق است ز آب خضر کہ ظلمات جائے است
تا آب ما کہ منبعش اللہ اکبر است

ترجمہ:۔ آبِ خضر جس کا مقام ظلمات ہے اور ہمارے پانی میں بہت فرق ہے یہاں ہمارے پانی سے مُراد اسمِ اَللّٰہُ ہے جس کا منبع خود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور یہ آبِ خضر سے بہتر ہے۔

آپؒ فرماتے ہیں" تُو ذکر کر کہ وہ مالک ظاہر ہو کر آئے۔ایسا ذکر نہیں جو زبان سے ہو کیونکہ زبانی ذکر عارضی ذکر کے سوا کچھ نہیں مگر ذکرِ "رُوحی" دَرویشوں کا ہُنر ہے"۔

حضرت سخی سلطان سید محمد بہادر علی شاہؒ صاحب

آپؒ نے چالیس سال کی طویل ترین ریاضت کے بعد حضرت سلطان عبدالغفور شاہ صاحبؒ سے اسمِ اللہ ذات حاصل کیا آپؒ فرماتے ہیں۔

ب۔ بس بھائی بے دس ناہیں مینوں پیر دی تس بے وس کیتا
اللہ بس سکھایا جناب مینوں باقی غیر معلوم ہوس کیتا
سرمہ پیر دے پیراں دی خاک پائی مصحف خاص مزار دا مس کیتا
سلطان محمد بہادر شاہؒ جد اکھ تیز ہوئی دیدار خدا دا بس کیتا

ترجمہ: ہمارے مرشد کامل اکمل کے عشق نے ہمیں اپنے بس میں کرلیا ہے کیونکہ ہمارے مُرشد نے ہمیں اسمِ اللہ ذات تلقین کیا ہے اور غیر اللہ کو ہمارے دِل سے نکال دیا ہے۔ جب اسمِ اللہ ذات کے ذکر اور تصور سے ہمیں نورِ بصیرت حاصل ہوا تو تب ہمیں دیدارِ الٰہی نصیب ہوا۔ یہ حاصل کر کے ہم نے مُرشد کے قدموں کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ بنایا اور اپنے آپ کو اس کی غلامی میں دے دیا۔

سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحبؒ

آپ 14۔ اگست 1947ء کو پیدا ہوئے اور 26 دسمبر 2003ء کو آپؒ کا وصال ہوا۔ آپؒ میرے مُرشِد کریم ہیں۔ آپؒ نے "اسمِ اللہ ذات" کا فیض جتنا عام کیا آپؒ سے پہلے کسی اور نے نہیں کیا تھا۔ آپؒ ہر آنے والے کو "خالص سونے کا بنا ہوا اسمِ اللہ ذات" ذکر و تصور اور مشقِ مرقومِ وجودیہ عطا کیا کرتے تھے۔ آپؒ فرماتے ہیں

"اسمِ اللہ ذات" (اللّٰہ. لِلّٰہ. لَہٗ. ھو) اسمِ اعظم ہے جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی پہچان اور قُرب حاصل ہوتا ہے یہ وہ نُور ہے جو سالک (طالب) کو مالک (اللہ) تک لے جاتا ہے جس دل کے اندر یہ نقش ہو کر قرار پا گیا اس کے سامنے کائنات کا کوئی راز باقی نہ رہا اور وہ محرمِ راز ہو گیا۔ بشرطیکہ یہ "اسمِ اعظم" طالب کو کسی مردِ کامل سے حاصل ہوا ہو۔

حضرت سخی سلطان باھُوؒ

آپؒ نے ایک سو چالیس کُتب تصنیف فرمائی ہیں اور ہر تصنیف اسمِ اللہ ذات کی شرح و تفسیر ہے۔ اسمِ اللہ ذات کے اِسرار و رموز کو کھول کر جتنا آپؒ نے اپنی تصنیفات میں بیان فرمایا ہے اس سے پہلے کوئی بھی ایسا نہ کر سکا آپؒ فرماتے ہیں۔

❁ اسمِ اللہ ذات ''عین اللہ پاک'' کی ذات ہے۔(عین الفقر)

❁ ''اللہ تعالیٰ نے جب بھی کوئی عبادت فرض کی تو اس کی ایک معلوم حد متعین کر دی لیکن اس ذکر کی کوئی حد نہیں یعنی کھڑے بیٹھے لیٹے دن، رات، خشکی و تری، سفر وحذر، غنا وفقر، صحت و بیماری پوشیدہ اور اعلانیہ طور اللہ کے نام کا ذکر ضروری ہے'' (نور الہدیٰ)

تصورِ اسمِ اللہ ذات کی شان میں سلطان العارفین حضرت سلطان باھو صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

❁ ''وہ کون سا علم ہے کہ جس کے پڑھنے سے طالب ایک ہی دم میں بغیر کسی ریاضت و مجاہدہ کے اپنے نفس سے جُدا ہو جائے۔ وہ علم تصورِ اسمِ اللہ ذات'' ہے کہ جس سے طالبِ مولیٰ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہو کر نفس کی حقیقت جان لیتا ہے''۔ (نور الہدیٰ)

❁ ''تصورِ اسمِ اللہ ذات'' کے ذریعے طالبِ اللہ لاہوت لامکان میں ساکن ہو کر مشاہدہ انوار دیدارِ ذات کُھلی آنکھوں سے کرتا ہے اور ہر دو جہان کی آرزوؤں سے بیزار ہو جاتا ہے۔ عین دیکھتا ہے عین سنتا ہے اور عین پاتا ہے۔ یہ مراتبِ توفیق ہیں اور توفیق اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک نور ہے اس نورِ توفیق سے طالب اپنے وجود کے اندر اپنے نفس کی صورت، اپنے قلب کی صورت' اپنی رُوح کی صُورت اور سِر کی صُورت کی شناخت کر لیتا ہے اور یہ چاروں صورتیں اس سے ہم کلام ہوتی ہیں۔ بعد ازاں طالب اہلِ توفیقِ حق لے لیتا ہے اور باطل کو چھوڑ دیتا ہے جو شخص ان مراتب کو پہنچے اسے ''طے الفقر وحی الوجود'' کہتے ہیں اور وہ صاحبِ معرفت يُحْيِي الْقُلُوْبَ وَيُمِيْتُ النَّفْسِ (دِلوں کو زندہ کرنے والا اور نفس کو مارنے والا) ہوتا ہے۔ اس کیلئے زندگی و موت ایک' سونا و جاگنا ایک' مستی و ہشیاری ایک' بھوک و سیری ایک' پڑھنا نہ پڑھنا ایک' مجاہدہ و مشاہدہ ایک' قال و سکوت ایک اور خاک و سونا چاندی ایک ہو جاتے ہیں''۔ (نور الہدیٰ)

آپؒ اللہ پاک کو پانے کا راستہ اسمِ اللہ ذات کے ذکر اور تصور میں ہی بتاتے ہیں۔ آپؒ فرماتے ہیں؛

❁ ''جملہ قرآنی علوم' نص و حدیث اور تمام علوم جو لوحِ محفوظ اور عرش و کرسی پر لکھے ہوئے

ہیں۔ ماہ سے ماہی تک ساری مملکت خُداوندی کے غیبی علوم اور اللہ تعالیٰ کے سارے بھید اور توریت زبور، انجیل و قرآن کے جتنے علوم ہیں اور تمام حکم احکام اور ظاہری و باطنی، نفسی، قلبی، رُوحی، سِرّی امور اور جو حکمتیں تمام عَالمِ مخلوقات کے درمیان جاری ہیں سب کے سب اسی ''تصورِ اسمِ اللہ ذات'' کی طے میں موجود ہیں''۔ (نورالہدیٰ)

❁ ''کل سلک سلوک اور باطن کا صحیح راستہ جس میں کسی قسم کی غلطی، سلب اور رجعت کا خطرہ نہ ہو یہ ہے کہ طالبِ مولیٰ ایسے مرتبے کو پہنچ جائے کہ جس وقت چاہے اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہو اور جس وقت چاہے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہو اور جس وقت چاہے جملہ انبیاءؑ و اولیاءؒ سے ملاقات کرے اور ان کا ہم مجلس ہو جائے۔ یہ توفیق صرف تصورِ اسمِ اللہ ذات سے حاصل ہوتی ہے''۔ (نورالہدیٰ)

❁ ''تصورِ اسمِ اللہ ذات'' سے دل میں انوارِ دیدار پیدا ہوتے ہیں۔ جب کہ ذکر فکر، وِرد و وظائف سے رجوعاتِ خلق پیدا ہوتی ہے۔ جس سے نفس موٹا اور مغرور ہو جاتا ہے اور وسوسہ و واہمات و خیالات متشکل ہو کر متجلی ہوتے ہیں اور احمق اسے حضورِ وصال سمجھتا ہے۔ خبردار! ''کُلُّ اَنَاءٍ یَتَرَشَّحُ بِمَافِیْهِ'' (برتن سے وہی چیز برآمد ہوتی ہے جو اس کے اندر ہوتی ہے) اپنے وُجود میں قیاس کر لے''۔ (نورالہدیٰ)

❁ ''ہر قفل کے لئے ایک کُنجی ہوتی ہے اور انسان کے وُجود کی کُنجی ''تصورِ اسمِ اللہ ذات'' ہے جو شخص وُجود کا قفل کھول کر قلبِ سلیم کا خزانہ حاصل کرنا چاہے تو ''تصورِ اسمِ اللہ ذات'' سے ایسا کرے''۔ (نورالہدیٰ)

❁ ایسے صاحبِ دم کو ہر طرح سے امن و امان ہے۔ جس شخص کا گو ہر دَم اس طرح اللہ تعالیٰ کی نظر میں منظور ہو اسے کچھ پرواہ نہیں کہ وہ خلقت میں گُمنام ہو یا مشہور ہو۔ اس کے برعکس جو سانس تصورِ اسمِ اللہ ذات کے ذکر فکر کے بغیر جاتی ہے وہ معدنِ شیطان کو جا پہنچتی ہے اور وہاں سے شیطانی خطرات، نفسانی وسواس مثلاً حرص، طمع، کُفر، شرک، ریا اور اسی قسم کی ناشائستہ ہوا سے متعفّن ہو کر اہلِ دَم نفسانی کے اندر واپس آ کر کدورت ظلمت اور غفلت کا موجب بن جاتی ہے۔ (نورالہدیٰ)

❁ حشر کے روز آدمیوں کی نیکیوں اور بدیوں کا حساب ہوگا تو جس شخص کے دل پر اسمِ اللہ ذات نقش ہوگا یا جس شخص نے صرف ایک ہی مرتبہ صدقِ دل سے اسمِ اللہ ذات کا تصور کیا ہوگا۔ اگر اس کے گناہ آسمان وزمین کے برابر بھی ہوں گے تو ایک طرف کے پلڑہ میں اس کے گناہ رکھ دیئے جائیں گے اور دوسری طرف کے پلڑہ میں اسمِ اللہ ذات رکھ دیا جائے گا تو اسمِ اللہ ذات والا پلڑہ بھاری ہوگا اور فرشتے تعجب سے اللہ تعالیٰ سے سوال کریں گے کہ:۔ ''یا اللہ! اس نے کونسی ایسی نیکی کی ہے جس کے بدلے اس کا نیکیوں والا پلڑہ بھاری ہے؟'' اِرشاد ہوگا کہ ''یہ شخص ہمیشہ میری طلب میں رہتا تھا اور میرے ذاتی نام یعنی اسمِ اللہ ذات میں مشغول رہتا تھا۔ اے فرشتو! تم اہلِ حجاب ہو اور اس کے شغل کی حقیقت سے بالکل ناواقف ہو۔ یہ بندہ میرا طالب ہے۔ یہ میرے ساتھ ہے اور میں اسکے ساتھ ہوں۔ تم اس راز سے بیگانہ ہو۔ اللہ بس ما سوا اللہ ہوس''۔ (عین الفقر)

❁ اسمِ اللہ ذات کی شان یہ ہے کہ اگر کوئی شخص تمام عمر روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ مال، تلاوتِ قرآنِ مجید اور ہر قسم کی دیگر عبادات کرتا رہے یا عالم بن کر اہلِ فضیلت بن گیا ہو لیکن اسمِ اللہ ذات اور اسمِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے بیگانہ رہا اور ان دونوں اسماءِ پاک سے شغل نہیں کیا تو اس کی ساری عمر کی عبادت برباد و ضائع گئی۔ (عین الفقر)

❁ فقہ کا ایک مسئلہ سیکھنا ایک سال کی بے ریا عبادت سے افضل اور تصورِ اسمِ اللہ ذات میں ایک سانس لینا ایک ہزار مسائلِ فقہ سیکھنے سے افضل ہے۔ (عین الفقر)

ایسا اس لئے ہے کہ تصورِ اسمِ اللہ ذات سے نفسِ امارہ قتل ہوجاتا ہے اور دل زندہ ہوجاتا ہے جس سے حضوری قلب (دل کی توجہ) حاصل ہوتی ہے جسے حضوری قلب حاصل ہو اس کی ہر عبادت مقبول ہوتی ہے اور جسے حضوری قلب حاصل نہ ہو اس کی ہر عبادت ریا کا درجہ رکھتی ہے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ:۔

❁ لَاصَلوٰۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ.

ترجمہ: ''حضوریٔ دِل کے بغیر نماز نہیں ہوتی''۔

جس دل کے اندر اسمِ اللہ ذات کا نُوری نقش قائم ہوجائے وہ دِل قلبِ سلیم کہلاتا ہے اور قلبِ سلیم ہی قیامت کے روز کام آئے گا۔ فرمانِ الٰہی ہے کہ:۔

ترجمہ: ''قیامت کا دن ایسا دن ہے کہ اس دن نہ مال نفع دے گا اور نہ اولاد کام آئے گی بلکہ وہاں کامیابی اس کی ہوگی جس نے قلبِ سلیم پیش کیا''۔(سورہ الشعراء)

❁ ''جب فقیر فنا فی اللہ بقا باللہ تصورِ اسمِ اللہ ذات میں مشغول ہوتا ہے تو آسمان کہتا ہے کہ کاش میں زمین ہوتا اور یہ بندہ مجھ پر بیٹھ کر تصورِ اسمِ اللہ کرتا اور زمین کہتی ہے ''الحمدللہ!'' کہ میں ذکرِ اللہ سے حلاوت پا رہی ہوں۔ جب زندہ دل ذاکر تصورِ اسمِ اللہ ذات کرتا ہے تو اس کا ہر رگ و ریشہ گوشت پوست، مغز و قلب و رُوح و سِرّ غرضیکہ تمام اعضائے جسم ذکرِ اللہ سے گویا ہو جاتے ہیں اور ربوبیتِ حق تعالیٰ سے جواب آتا ہے لَبَّیْکَ عَبْدِیْ (میرے بندے میں حاضر ہوں) یہ سُن کر فرشتے رشک سے کہتے ہیں کہ ''ہم تمام عمر تسبیح و سجود و رکوع میں گزار رہے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ہم سے کبھی بھی لَبَّیْکَ عَبْدِیْ نہیں فرمایا۔ کاش کہ ہم بھی بندے ہوتے اے بندے خود کو پہچان کہ تو خاص ہے۔ اس لئے خاص بن''۔ (عین الفقر)

ذکرِ اللہ کی تاثیر کے متعلق سلطان العارفین حضرت سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

❁ ''فقیر کے مغز و پوست میں اسمِ اللہ ذات کا ذکر جاری ہو جاتا ہے اور یہ ذکر اس کی ہڈیوں میں، اس کی آنکھوں میں اور اس کے چمڑے میں بھی جاری ہو جاتا ہے۔ پس قلبی ذاکر کا تمام بدن اسمِ اللہ ذات بن جاتا ہے اور اس میں اسمِ اللہ ذات جاری ہو جاتا ہے.......... ایسے فقیر کا وجود قدرتِ الٰہی کا نمونہ بن جاتا ہے'' (محبت الاسرار)

❁ جو فقیر اسمِ اللہ ذات کی طے میں فنا فی اللہ بقا باللہ کے مراتب تک پہنچ جاتا ہے۔ اسے قُربِ الٰہی سے علوم کی وحی اور الہام کے مُرسل قدرتِ الٰہی سے ہزار ہا بلکہ بے شمار پیغام پہنچاتے ہیں اور اس پر علمِ لُدّنی اور وارداتِ غیبی وارد ہوتی ہیں۔ عارف باللہ تصورِ اسمِ اللہ ذات کے ذریعے ایک ہی دم میں ہزاروں بلکہ لاکھوں مقامات طے کر جاتا ہے۔ (قُربِ دیدار)

''تصورِ اسمِ اللہ ذات'' ہی وہ صراطِ مستقیم ہے جس پر چل کر پاکیزہ لوگ انعام یافتہ کہلائے کیونکہ تصورِ اسمِ اللہ ذات ہی سے انسان کا سینہ اسلام کی روشنی سے صحیح طور پر منور ہوتا ہے۔ اس کے برعکس جس نے ذکر اور تصورِ اسمِ اللہ ذات سے روگردانی کی وہ نفسِ امارہ اور شیطان کے پھندوں میں پھنس گیا اور آخر کار گُمراہ ہوا دراصل نفس کا مرنا ہی دل کی حیات ہے۔ نفس کیا ہے؟

نفس انسانی بدن میں ایسا چور ہے جو انسان کو خدا کی طرف مائل نہیں ہونے دیتا۔ نفس بندے اور خُدا کے درمیان حجابِ اکبر ہے۔ انسانی وُجود کے لئے نفس اور شیطان دو ایسی قوتیں ہیں جو ہمیشہ فطرتِ انسانی کو گناہوں کی طرف لے جاتی ہیں۔ شیطان جب آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے لعنتی ٹھہرا تو شیطان نے آدم علیہ السلام اور اس کی اولاد کی دشمنی اور اس کو گُمراہ کرنے کا بیڑا اٹھایا۔

جب آدم علیہ السلام کا بُت تیار ہو چکا تو شیطان نے حسد اور نفسانیت کی وجہ سے اس پر تھوک دیا۔ یہ تھوک حضرت آدم علیہ السلام کی ناف کے مقام پر جا پڑی جس سے آدمؑ کے وجود میں نفس کی بنیاد پڑی۔ نفس شیطان کا قدیمی ہتھیار ہے اور بنی آدم کے وجود میں نفس کے اسی مورچے سے زہر بھرے تیر چلا کر انسان کو گمراہ کرتا رہتا ہے۔ لیکن اگر یہی نفس شیطان کے اثر سے نکل کر بنی آدم کے کنٹرول میں آجاتا ہے تو اللہ اور بندے کے درمیان سے حجاب اٹھ جاتا ہے۔

نفس کے چار مراتب اور منزلیں ہیں۔ جُوں جُوں طالب ''ذکر اور تصورِ اسمِ اللہ ذات'' میں ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔ نفس کی اصلاح اور ترقی ہوتی چلی جاتی ہے اول نفسِ امارہ ہوتا ہے۔ اسے نفس امارہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ ہر وقت برائی کا امر کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورہ یوسف (53) میں فرماتا ہے اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوۡٓءِ یعنی نفسِ امارہ بُرائی کا امر کرتا ہے۔ یہ نفس کُفار، مُشرکین، منافقین اور فاسقین و فاجر اور متکبر لوگوں کا ہوتا ہے اگر اس کی اصلاح اور تربیت نہ کی جائے تو یہ اپنی سرکشی اور طغیان میں ترقی کرتا ہے اور انسان سے حیوان، حیوان سے درندہ بلکہ مطلق شیطان بن جاتا ہے ایسی حالت میں نفس کی باطنی بیماری لاعلاج ہوجاتی ہے اور وہ آخر ہلاک ہوجاتا ہے اور اگر نفس کی اصلاح اور نیک تربیت شروع ہو جائے تو وہ بتدریج باطن میں عالمِ ملکوت اور حیاتِ طیبہ کی طرف ترقی کرتا ہے اور اس کا نفسِ امارہ سے لوامہ ہو جاتا ہے۔ لوامہ کے معنی ہیں ملامت کرنے والا یعنی گناہ پر انسان کو اپنا نفس ملامت کرتا ہے اور پشیمانی دلاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تائید غیبی اور توفیقِ باطنی چونکہ ایسے نفس کے شاملِ حال رہتی ہے لہٰذا گناہ پر نفس انسان کو شرمسار کرتا رہتا ہے۔ ایسے نفس کو موت، روزِ قیامت اور حساب کتاب وغیرہ ہر وقت یاد رہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کی زبانی روزِ قیامت کے ساتھ ایسے نفس کی بھی قسم اٹھائی ہے؛

لَآ اُقۡسِمُ بِیَوۡمِ الۡقِیٰمَةِ ۝ وَلَآ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَةِ ۝ (اَلقِیٰمَة 1-2)

ترجمہ: ’’خبردار میں قسم کھاتا ہوں روزِ قیامت اور گناہ پر ملامت کرنے والے نفس (نفسِ لوامہ) کی‘‘
اسکے بعد نفس کا جب تزکیہ ہوتا ہے تو وہ لوامہ سے ملہمہ ہو جاتا ہے ایسا نفس گناہ کے ارتکاب سے پہلے اہلِ نفس کو تائیدِ غیبی سے الہام کرتا ہے کہ خبردار! اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ گناہ سے باز آجاؤ۔ ایسے نفس کا نقشہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے۔

۞ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِىَ الْمَاْوٰى o

(النّٰزعٰتِ 40-42) ترجمہ: ’’اور جو اپنے ربّ کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور اُس نے اپنے نفس کو خواہشاتِ نفسانی سے باز رکھا۔ ایسے شخص کا ٹھکانہ بے شک جنت ہے‘‘

نفسِ ملہمہ کو ارتکابِ گناہ کے وقت تائیدِ غیبی کے ذریعے الہام مختلف طریقوں سے ہوا کرتا ہے۔ بعض دفعہ انسان کو صحیح دلیل اور خیال کے ذریعے گناہ سے روکا جاتا ہے۔ بعض دفعہ غیب سے الہام کے ذریعے بے صوت و آواز القاء ہوتا ہے اور بعض دفعہ خواب کے ذریعے آگاہ کیا جاتا ہے۔ جس سے دل میں خوفِ خدا موجزن ہو جاتا ہے اور انسان گناہ سے باز آجاتا ہے اس کے بعد جب اہلِ نفس باطن میں ترقی اور عروج کرتا ہے تو اس کا نفسِ مُطمئنہ ہو جاتا ہے۔ گویا نفس اس ازلی راہزن شیطان سے نجات پا کر اپنی منزل دارالامان اور منزلِ حیات تک پہنچ کر اپنے مقصود کو پالیتا ہے جو مقام لاتخف و لاتحزن کا ہے۔ (خوف اور غم سے امن کا مقام)

۞ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ o (یونس 62)

(خبردار اولیاءکرامؒ کو نہ تو کوئی غم ہوتا ہے اور نہ کوئی خوف) ایسے نفس والا سالک اللہ تعالیٰ کا دوست اور مقرب بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے راضی اور وہ اللہ سے راضی ہو جاتا ہے جیسا کہ اللہ ایسے اہلِ نفس مطمئنہ کے حق میں فرماتے ہیں۔ يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ o ارْجِعِىْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً o فَادْخُلِىْ فِىْ عِبٰدِىْ o وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ. (الفجر 27 تا 30)

’’اے نفسِ مُطمئنہ! اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر۔ ایسی حالت میں کہ وہ تجھ سے راضی ہے اور تو اس سے راضی ہے۔ پس میرے بندگانِ خاص کے حلقے میں شامل اور میری جنتِ قُرب میں داخل ہو جا‘‘۔ ایسا پاکیزہ نفس اولیاءؒ اور انبیاءؑ کا ہوتا ہے۔ نفس کی یہ باطنی کیفیت بہت ارفع اور اعلیٰ ہوتی ہے اور یہ تمام مراتب اسمِ اللہ ذات کے تصور اور ذکر سے حاصل ہوتے ہیں ورنہ ظاہری

عبادات سے نفس کا یہ مرتبہ اور مقام ہرگز حاصل نہیں ہوتا خواہ ساری عمر زہد و عبادت سے کمر کُبڑی ہو جائے اور سُوکھ کر کانٹا ہو جائے جیسا کہ حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؛

❁ جان لے کہ بعض بزرگ بارہ سال یا چالیس سال تک ریاضت کرتے کرتے لوحِ محفوظ کا مطالعہ کرنے کے قابل ہو گئے' عرش پر پہنچ گئے اور پھر عرش سے بھی آگے ہزاراں ہزار مقامات کی طیر سَیر کر گزرے' مقاماتِ غوثیت و قطبیت پر فائز ہو گئے' طالب مرید بنا لئے' صاحبِ عز و جاہ ہو کر نام و ناموس کما گئے' صاحبِ کشف و کرامات ہو کر جنونیات و مؤکلات کو اپنے زیرِ فرمان کر گئے اور اسی کو ہی معرفتِ الٰہی سمجھ بیٹھے۔ بعض بزرگ ذکرِ قلب میں مشغول ہوئے اور اِس کے نتیجے میں صاحبِ الہام ہو گئے اور لوحِ ضمیر کا مطالعہ کرنے میں کامیاب ہو گئے اور اسی کو ہی معرفتِ توحید کی انتہاء سمجھ بیٹھے بعض بزرگ ذکرِ رُوح میں مشغول ہوئے اور دماغِ سِرّ میں انوار و تجلیات رُوح کے مشاہدہ میں غرق ہو گئے اور اسی کو معرفتِ توحیدِ الٰہی سمجھ بیٹھے۔ یہ تمام مراتب مخلوق ہیں۔ جن کا تعلق درجات سے ہے اور اہلِ درجات اہلِ تقلید ہیں جو فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بعید اور معرفتِ توحیدِ الٰہی سے بہت دُور ہیں۔ الغرض ان میں سے نہ کسی نے اللہ تعالیٰ کی ابتداء کو دیکھا اور نہ کوئی اس کی انتہاء کو پہنچا۔ سو معرفت کیا چیز ہے؟ توحید کسے کہتے ہیں اور مشاہدہ قُربِ حضوری کیا چیز ہے؟ سُن! سِلکِ سُلوکِ معرفتِ توحیدِ الٰہی اور مشاہدہ قُربِ حضوری یہ ہے کہ جب طالب اللہ اسمِ اللہ ذات اور کلمہ طیبہ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کا تصور کرتا ہے تو اسمِ اللہ ذات اور کلمہ طیبہ کے ہر ایک حرف سے تجلی نُور پیدا ہوتی ہے جو طالب اللہ کو لامکان میں مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچا دیتی ہے کہ لامکان ہر وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مدِ نظر رہتا ہے جہاں دریائے وحدانیت میں گُوناں گُوں قسم کی موجیں وحدہٗ وحدہٗ کے نعرے بلند کرتی رہتی ہیں جو شخص دریائے توحید کے کنارے پر پہنچ کر نورِ الٰہی کا مشاہدہ کر لیتا ہے وہ عارف باللہ ہو جاتا ہے اور جنہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پکڑ کر اپنے دستِ مبارک سے دریائے وحدت میں غوطہ دے دیتے ہیں وہ غواصِ توحید ہو جاتے ہیں اور مرتبہ فنا فی اللہ پر پہنچ جاتے ہیں۔ دریائے توحید میں غوطے کھانے سے بعض طالب تو سالک مجذوب بن جاتے ہیں اور بعض مجذوب سالک اہلِ توحیدِ ذات ہو جاتے ہیں اہلِ درجات مراتبِ ذات سے محجوب رہتے ہیں۔ جو شخص لامکان

میں پہنچ کر دریائے توحید کے نور کا مشاہدہ کر لیتا ہے' اس کو بیان نہیں کر سکتا کہ لامکان غیر مخلوق ہے اور اس کی مثال نہیں دی جا سکتی کیونکہ وہاں نہ تو دنیا کی بوئے گندگی کا گزر ہے اور نہ ہی ہوائے نفس کی گنجائش ہے' وہاں تو ہر وقت استغراقِ بندگی ہے لامکان میں شیطان کے داخلے کا امکان ہی نہیں الغرض لامکان کے اندر فرمانِ الٰہی فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (البقرہ۔ 115) (ترجمہ: پس تو جدھر بھی دیکھے گا تجھے اللہ کا چہرہ ہی نظر آئے گا) کے مصداق تو جدھر بھی دیکھے گا تجھے نورِ توحید ہی نظر آئے گا معرفتِ توحید اور قربِ حضوری کے یہ مراتب صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رفاقت اور شریعت و کلمہ طیب ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ '' کی برکت سے حاصل ہوتے ہیں۔ توحیدِ لامکان کی یہ راہ تحقیق کی راہ ہے' جو اس میں شک کرے وہ زندیق ہے۔ (شمس العارفین)

❁ ''واضح رہے کہ تصورِ اسمِ اللہ ذات کی مشق سے دنیا و آخرت کی زندگی سے نجات اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی دائمی حضوری نصیب ہوتی ہے۔ تصورِ اسمِ اللہ ذات کرنے والے کا وجود ظاہر و باطن میں نَص و حدیث کے موافق ہو جاتا ہے۔ اس کی زبان اللہ کی تلوار بن جاتی ہے اور وہ اَلْمُفْلِسُ فِیْ اَمَانِ اللّٰهِ کے مصداق اللہ تعالیٰ کی امان میں ہوتا ہے۔ تصورِ اسمِ اللہ ذات کرنے والا ذاکر اللہ تعالیٰ کا خزانہ اور اس کا بھید ہوتا ہے کیوں کہ وہ شرک' کفر' بدعت اور حرص و ہوا سے فارغ ہوتا ہے۔ اس کی آنکھ حق بین ہوتی ہے۔ وہ اہلِ دنیا باطل و بے دین سے بیزار ہوتا ہے۔ اس کا سینہ علمِ معرفت و توحید سے پُر ہوتا ہے۔ وہ بے ریا و بے تقلید ہوتا ہے۔ اس کا ہاتھ سخی ہوتا ہے۔ اس کا قدم شریعت کی سیدھی راہ پر ہوتا ہے۔ وہ امر معروف پر کمر بستہ رہتا ہے اور نفس سے جہاد کرتا ہے۔ اس کے وجود میں اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ نہیں رہتا۔ اس کے وجود میں تصورِ اسمِ اللہ ذات ہوتا ہے۔ اس لئے وہ جو کچھ دیکھتا ہے حضورِ قلب سے دیکھتا ہے اس کے تمام اعضاء تصورِ اسمِ اللہ ذات میں لپٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ اسمِ اللہ ذات میں نور ہی نور ہے۔ اس کا وجود مغفور ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ اپنے نفس پر غالب اور قلندر صفت ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص چاہے کہ اس کا نفس اس کا فرمانبردار ہو جائے۔ خواہ وہ مُرغن کھانے کھائے اور زریں و اطلس کا لباس پہنے لیکن اس کے باوجود محفوظ رہے اور شیطان سے بچا رہے خناس خرطوم' وسوسہ' واہمات

وخطرات اس سے بالکل نیست و نابود ہوجائیں تو اسے چاہئے کہ اپنے دِل میں تصورِ اسمِ اللہ ذات کی مشق کرے۔ ایسا کرنے سے بے شک اس کا دل غنی ہوجائے گا اور اسے دائمی طور پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی حضوری حاصل ہوجائے گی''۔ (کلید التوحید کلاں)

❁ ''ذکر تصورِ اسمِ اللہ ذات سے قلب، رُوح اور سِرّ ایک ہوجاتے ہیں۔ تو وجود میں سے بُری خصلتیں نکل جاتی ہیں۔ ظاہری حواسِ خمسہ بند ہوجاتے ہیں اور باطنی حواس کُھل جاتے ہیں۔ بعدازاں ''وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ'' (الحجر 29) (اور میں نے اس میں اپنی روح پھونکی) کا علم حاصل ہوجاتا ہے پہلے پہلے جب آدم علیہ السلام کے وجود میں روح داخل ہوئی اور داخل ہوتے ہی اس نے ''اللہ تعالیٰ'' کا نام لیا تو بندہ اور پروردگار کے درمیان کوئی پردہ نہ رہا اگر قیامت تک بھی کوئی پردہ رہے تو اسمِ اللہ ذات کی کُنہ کو نہیں پہنچ سکے گا''۔ (کلید التوحید کلاں)

❁ تصورِ اسمِ اللہ ذات کے بغیر دل سے خطرات، خناس اور شیطان دفع نہیں ہوتے خواہ ساری عمر ہی عربی کا معلم بنا رہے اور فقہ کے مسائل پڑھتا رہے۔ خواہ ساری عمر عبادت و وظائف میں صرف کردے۔ خواہ کثرتِ ریاضت سے اس کی پیٹھ کُبڑی ہوجائے اور وُجود بال کی طرح باریک ہوجائے لیکن دل اسی طرح تاریک رہتا ہے کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا خواہ اپنا سَر ریاضت کے پتھر سے ٹکراتا رہے۔ (عین الفقر)

معلوم ہوا کہ ذکر اور تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات ہی وہ صراطِ مستقیم ہے۔ جس سے ہٹانے کے لئے شیطان نے قسم کھا رکھی ہے اور ذکر اسمِ اَللّٰہُ ذات سے روکنے کے لئے وہ ہر حربہ استعمال کرتا ہے۔ جملہ تعلیماتِ قرآنی اور احادیثِ مُبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر اور تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات تمام اعمالِ صالحہ کا مرکز ومحور ہے اور تمام اعمالِ صالحہ کا خلاصہ اور مغز ہے ذکر اور تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات سے ذاکر کے اوصافِ ذمیمہ' اوصافِ حمیدہ میں بدل جاتے ہیں۔ اس کا اخلاق پاکیزہ ہوجاتا ہے اور وہ صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہوکر اللہ تعالیٰ کے قُرب و وصال اور مشاہدہ حق کے قابل ہوجاتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اسے اپنے انوار میں جذب کرکے باطن میں اپنے ساتھ ملا لیتا ہے۔ اس طرح وہ واصل باللہ۔ فنا فی اللہ اور بقا باللہ کا مرتبہ پا جاتا ہے۔

❁ ''تصورِ اسمِ اللہ ذات کی مشق کرنے والا معشوق بے مشقت اور محبوب بے محنت ہوتا ہے

اسے عمدہ مراتب نصیب ہوتے ہیں اور وہ روشن ضمیر ہو جاتا ہے وہ تمام دِلوں کا پیارا ہو جاتا ہے۔ اسمِ اللہ ذات کے تصور اور تصرف سے طالبِ اللہ مخلوقِ خدا کے لئے فیض بخش ہوتا ہے''۔ (کلید التوحید کلاں)

❁ تصورِ اِسمِ اللہ ذات کے بغیر دل سے سیاہی و کدورت و زنگار اور خطراتِ شرک و کُفر کی نجاست دُور نہیں ہوتی۔ (شمس العارفین)

❁ مشق تصورِ اسمِ اللہ ذات سے دل اس طرح زندہ ہو جاتا ہے۔ جس طرح کہ بارانِ رحمت سے خشک گھاس اور خشک زمین زندہ ہو جاتی ہے۔ (شمس العارفین)

❁ تصورِ اسمِ اللہ ذات صاحبِ تصور کے لئے زندگی بھر شیطان اور اس کے چیلوں کے شر سے محفوظ پناہ گاہ بن جاتا ہے۔ (شمس العارفین)

❁ اعمالِ ظاہر سے دِل ہرگز پاک نہیں ہوتا اور نہ ہی دِل سے نفاق جاتا ہے۔ جب تک کہ دل کو مشق تصورِ اسمِ اللہ ذات کی آگ سے نہ جلایا جائے اور نہ ہی اس کے بغیر دل کا زنگار اُترتا ہے۔ ذکر ''اَللہُ'' کے بغیر دل ہرگز زندہ نہیں ہوتا اور نفس ہرگز نہیں مرتا۔ (شمس العارفین)

❁ جب اسمِ اللہ ذات طالبِ اللہ کے وُجود میں تاثیر کرتا ہے تو اس پر رنگِ معرفت چڑھتا ہے اور وہ مرتبہ کمال پر پہنچ جاتا ہے' اس کے وُجود سے دُوری مِٹ جاتی ہے اور وہ اپنی مُراد کو پالیتا ہے۔ اب وہ چشمِ عیاں سے جب بھی دل کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اسے اپنے وجود کے ہر ایک بال پر اسمِ اللہ ذات کا نقش نظر آتا ہے بلکہ وجود کے انگ انگ پر اسمِ اللہ ذات لکھا ہوا نظر آتا ہے اور اسکے گوشت پوست' بالوں' ہڈیوں' رگوں اور مغز و دل کی زبان پر اسمِ اللہ ذات کا وِرد جاری ہو جاتا ہے اور اسے دَر و دِیوار و بازار اور درختوں پر واضح طور پر اسمِ اللہ ذات لِکھا ہُوا نظر آتا ہے' وہ جِدھر بھی نظر اٹھاتا ہے اُسے اسمِ اللہ ذات لکھا نظر آتا ہے' وہ جو کچھ سُنتا ہے یا بولتا ہے اسے اسمِ اللہ ذات ہی کی آواز سنائی دیتی ہے۔ (شمس العارفین)

❁ ذاکر کے وجود میں اس وقت تک ذکر جاری نہیں ہوتا جب تک کہ وہ کلیدِ ذکر حاصل نہ کر لے۔ کلیدِ ذکر تصورِ اسمِ اللہ ذات ہے۔ تصورِ اسمِ اللہ ذات سے اتنا کثیر ذکر کھُلتا ہے کہ جس کو شمار نہیں کیا جا سکتا چنانچہ وجود کا ہر ایک بال علیحدہ علیحدہ ذکرِ اللہ کے ایسے نعرے لگاتا ہے کہ سر سے

قدم تک وجود کے تمام اعضاء مثلاً گوشت پوست' رگیں' ہڈیاں اور مغز وغیرہ سب جوش سے ذکر اللہ کرنے لگتے ہیں یہی وہ مرتبہ صاحبِ تصورِ اسمِ اللہ ذات ہے کہ جس سے اس کے مغز و پوست (ظاہر و باطن) میں اللہ ہی اللہ سما جاتا ہے۔ (شمس العارفین)

❁ جان لے کہ تصورِ اسمِ اللہ ذات سے قلب جب جنبش میں آتا ہے اور صاحبِ قلب اپنے دل پر اسمِ اللہ ذات کو واضح طور پر لکھا ہوا دیکھتا ہے تو اسمِ اللہ ذات کے ہر ایک حرف سے نُورِ آفتاب کی طرح روشن نُور کا شعلہ اُبھرتا ہے جو اطرافِ دل کو منور کر دیتا ہے اور قلب سر سے قدم تک تجلیاتِ نورِ ذات سے جگمگا اُٹھتا ہے اور زبانِ قلب پر **یا اللہ یا اللہ' لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کا وِرد جاری ہو جاتا ہے۔ قلب جتنی بار بھی اسمِ اللہ ذات کے ساتھ کلمہ طیب کا ذکر کرتا ہے اُسے ہر بار ستر ہزار ختم قرآن کا ثواب ملتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ بے حد و بے شمار ثواب ملتا ہے۔ ایسا صاحبِ قلب ذاکر جب آنکھیں بند کرتا ہے اور تصورِ اسمِ اللہ ذات کے مراقبے میں غرق ہو کر دل کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور تجلیاتِ نورِ ذات اور حضوریٔ ربوبیت کے مشاہدہ میں غرق ہوتا ہے تو بحکمِ الٰہی نورِ عصمت اسمِ اللہ ذات و کلمہ طیبہ "**لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ**" کی برکت سے اُس کے اسی (80) سال کے گناہ کراماً کاتبین کے دفاتر سے مٹا دیئے جاتے ہیں کہ یہ ایک بے ریا و پوشیدہ عمل ہے جو نگاہِ حق تعالیٰ میں ہمیشہ منظور و مقبول ہے کہ نگاہِ حق تعالیٰ ہمیشہ دل پر رہتی ہے۔ (شمس العارفین)

❁ جب صاحبِ تصور حروفِ اسمِ اللہ ذات کے تصور میں غرق ہوتا ہے تو وہ دیکھتا ہے کہ ہر حرف اسمِ اللہ ذات ساتوں طبقاتِ زمین' تمام افلاک اور عرش و کرسی و لوح و قلم بلکہ دونوں جہان سے وسیع تر ہے۔ پس جب کوئی اس وسیع مقام میں آ جاتا ہے تو وہ صاحبِ معرفت مطلق توحید فنا فی اللہ بقا باللہ اور صاحبِ تجرید و تفرید ہو جاتا ہے جو کوئی حروفِ اسمِ اللہ ذات میں سے کسی ایک حرف کا بھی محرم ہو جاتا ہے وہ اہلِ ذات ہو جاتا ہے اور اُس کا وجود مطلق پاک ہو جاتا ہے۔ پس جو کوئی حروفِ اسمِ اللہ ذات کے تصور میں محو رہتا ہے وہ پاک رہتا ہے' اُسے قیامت کے دن محاسبہ سے کیا خطرہ؟ (شمس العارفین)

❁ جو کوئی معرفت حروفِ اسمِ اللہ ذات کا محرم ہو جاتا ہے اُس پر دنیا و آخرت کی ہر چیز

مُنکشف ہو جاتی ہے وہ ایک معروف عارف بن جاتا ہے بظاہر خواہ وہ خلق میں حقیر وخوار نظر آتا ہے۔ لیکن بباطن وہ ہوشیار ہوتا ہے اور تمام اہلِ اَرواح انبیاؑ و اولیاؒء اور تمام اہلِ بہشت اُس کے مشتاق ہوتے ہیں۔ ایسے عارف کو عارف باللہ ذاتِ حروف کہا جاتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ عارف باللہ اُٹھتے بیٹھتے جو کام بھی کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت سے کرتا ہے۔ اس کا دین و دنیا کا کوئی کام بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا جیسا کہ فرمایا گیا ہے کہ ''حکیم کا کوئی کام بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا'' اس کی ہر حالت، ہر بات، ہر عمل اور ہر فعل معرفتِ الٰہی سے لبریز ہوتا ہے کیونکہ اس کی بنیاد تصورِ اسمِ اللہ ذات پر قائم ہوتی ہے (شمس العارفین)

آپؒ اپنے فارسی کلام (عین الفقر، نور الہدیٰ کلاں، کلیدِ توحید کلاں) میں سلطان الاذکار کے بارے میں فرماتے ہیں:

باھُوؒ در ھُو گُم شُدہ فی اللہ فنا نام باھُوؒ متصل شُد با خدا

(ترجمہ) باھُوؒ ھُو میں گم ہو کر فنا فی اللہ ہو گیا باھُوؒ کا نام اللہ کے ساتھ متصل ہو گیا۔

باھُوؒ باھُوؒ فنا، باھُوؒ بقا شد کہ اول آخر رازِ ھُو بقا شد

(ترجمہ) باھُوؒ، ھُو کے ساتھ فنا ہو کے بقا پا گیا کیوں کہ اول آخر ھُو کا راز اُسے مل گیا۔

باھُوؒ در ھُو گُم شُدہ باھُوؒ نہ ماند باھُوؒ از ھُو ''یَاھُو'' بخواند

ترجمہ: باھُوؒ جب ھُو (ذاتِ الٰہی) میں فنا ہو گیا تو باھُوؒ نہ رہا، باھُوؒ ''ھُو'' سے ظاہر ہوا اِس لیئے ذِکرِ ''یَاھُو'' میں غرق رہتا ہے۔

ہر کہ ذِکرِ ''ھُو'' باھُوؒ یافتہ بشنود ''یَاھُو'' از کبوتر فاختہ

ترجمہ: جو شخص باھُوؒ سے ذکرِ ''یَاھُو'' حاصل کر لیتا ہے اُسے ہر کبوتر اور ہر فاختہ کی زبان سے ''یَاھُو'' سنائی دیتا ہے۔

باھُوؒ در ھُو گم شدہ گم نام راہ کے یافتہ؟ ہم صحبتم با مصطفیؐ در نُور فی اللہ ساختہ

ترجمہ: باھُوؒ تو ''ھُو'' میں گم ہو گیا ہے ایسے گمنام کو بھلا کیسے پایا جا سکتا ہے؟ اور یوں نورِ ذاتِ الٰہی میں خود کو گُم کر کے میں مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہم مجلس ہو گیا ہوں۔

از قبرِ باھُوؒ "ھُو" برآید حق بنام　　ذاکراں را انتہا "ھُو" شد تمام

ترجمہ: باھُوؒ کی قبر سے ہر وقت 'ھُو' 'ھُو' کی صدا بلند ہوتی رہتی ہے کیونکہ ذکر "ھُو" ذاکرین کا انتہائی ذکر ہے۔

باھُوؒ در ھُو گُم شدہ باھُوؒ نماندہ　　نُورِ باھُوؒ روز و شب یَاھُو بخواند

ترجمہ: باھُوؒ "ھُو" میں ایسا غرق ہوا ہے کہ باھُوؒ باقی ہی نہیں رہا باھُوؒ نوری صُورت میں رات دن "یاھُو" "یاھُو" پکارتا رہتا ہے۔

باھُوؒ از میانِ ھُو چشم مے بیند خُدا　　درمیانِ ھُو ببیں وحدت لِقا

ترجمہ: باھُوؒ "ھُو" کی آنکھ سے خُدا کو دیکھتا ہے اے طالب تو بھی "ھُو" کی آنکھ سے دیدارِ وحدت کی بہار دیکھ۔

باھُوؒ بہ یاھُو یار شد　　چوں بختِ من بیدار شد

باہم نشیں دِلدار شد　　درِ عشقِ او پروانہ ام

ترجمہ: اے باھُوؒ میں "یَاھُو" (ذاتِ حق) کا یار بن گیا ہوں۔ میرا بخت جاگا تو مجھے اپنے دِلدار کی ہم نشینی حاصل ہوگئی کہ میں اِس کے عشق کا پروانہ ہوں۔

نماندہ پردہ باھُوؒ گشت یاھُو　　کہ ذکرش روز و شب یاھُو گفت باھُوؒ

ترجمہ: باھُوؒ کے سامنے کوئی پردہ باقی نہ رہا اور وہ باھُوؒ سے یاھُو بن گیا کہ وہ ہر وقت ذکرِ "یَاھُو" میں غرق رہتا ہے۔

کسے بس ذکر گوید ھُو ہویدا　　وجودش می شود زاں نور پیدا

ترجمہ: جس شخص کے وجود میں ذکرِ ھُو جاری ہوجاتا ہے اِس کا وجود نورِ ذات میں ڈھل جاتا ہے۔

اسمِ اعظم انتہائے باھُوؒ بُود　　وردِ باھُوؒ روز و شب "یَاھُو" بُود

ترجمہ: اسمِ اعظم سے معیتِ حق تعالیٰ نصیب ہوتی ہے۔ اس لئے باھُوؒ دِن رات ذکرِ "یَاھُو" میں غرق رہتا ہے۔

باھُوؒ ھُو بُرد یا آورد بُرد　　ہر کہ بہ آں عین بیند گہ نمرد

ترجمہ: باھُوؒ ”ھُو“ (عین ذات) میں غرق ہوکر زندہ جاوید ہوگیا ہے اس میں کوئی تعجب نہیں کہ جو عین ذات کو دیکھ لیتا ہے وہ کبھی نہیں مرتا۔ (عین الفقر)

ابتدا ”ھُو“ انتہاہ ”ھُو“ ہر کہ با ”ھُو“ می رسد　　عارفِ عرفاں شود ہر کہ با ”ھُو“ ”ھُو“ شود

ترجمہ: ابتدا بھی ”ھُو“ ہے اور انتہاہ بھی ”ھُو“ ہے جو کوئی ”ھُو“ تک پہنچ جاتا ہے وہ عارف ہو جاتا ہے اور ”ھُو“ میں فنا ہوکر ”ھُو“ بن جاتا ہے۔

آپؒ اپنے پنجابی ابیات میں فرماتے ہیں:

الف اللہ چنبے دی بُوٹی میرے مَن وِچ مُرشد لائی ھُو
نفی اَثبات دا پانی ملیوس ہر رَگے ہر جائی ھُو
اندر بُوٹی مُشک مچایا جاں پھُلاں تے آئی ھُو
جیوے مُرشد کامل باھُوؒ جَیں ایہہ بُوٹی لائی ھُو

اے اللہ تعالیٰ! میرا مرشد کامل ہمیشہ حیات رہے جس نے مجھ پر کرم اور مہربانی فرمائی اور اپنی نگاہِ فیض سے اسمِ اللہ ذات میرے دل پر نقش فرما دیا ہے اور کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی حقیقت مجھ پر ظاہر کر دی ہے۔ اب اسم اللہ ذات کا یہ ذکر میری رگ رگ ، ریشہ ریشہ، مغز و پوست اور ہڈیوں میں حتیٰ کہ پورے جسم میں جاری ہوگیا ہے اور میں اپنے ظاہر و باطن میں جدھر دیکھتا ہوں مجھے اسمِ اللہ ذات ہی نظر آتا ہے۔

اندر ھُو تے باہر ھُو ایہہ دَم ھُو دے نال جَلیندا ھُو
ھُو دا داغ محبت والا ہر دَم پیا سَڑیندا ھُو
جِتھے ھُو کرے رُوشنائی اُتھوں چھوڑ اندھیرا وَیندا ھُو
میں قُربان تنہاں توں باھُوؒ جیہڑا ھُو نُوں صحی کریندا ھُو

جو طالب ''اسمِ اللہ ذات'' کو مرشدِ کامل اکمل کی مہربانی سے اپنے دل پر نقش کر لیتا ہے اور ذکرِ ''یا ھُو'' میں اپنے آپ کو گُم کر دیتا ہے اُسے اپنے اندر اور باہر ہر طرف '' ھُو'' (عین ذات) نظر آتا ہے اور حالت یہ ہوتی جاتی ہے کہ ''تم جدھر چہرہ کرو گے تمہیں اللہ تعالیٰ کا ہی چہرہ نظر آئے گا''۔(القرآن)۔ جب ''ھُو'' (عین ذات) کی محبت دِل کے اندر گھر کر لیتی ہے اور دِل اس کے نُور سے رُوشن ہو جاتا ہے تو دوسری ہر محبت جَل کر راکھ ہو جاتی ہے اور صرف ذاتِ باری تعالیٰ کی محبت اور عشق ہی باقی رہ جاتا ہے۔آپؒ آخر میں فرماتے ہیں میں اُن عاشقانِ مولیٰ کے قربان جاؤں جو ''ذکرِ ھُو'' میں خود کو گُم کر کے رازِ حقیقی پا لیتے ہیں۔

جس الف مطالعہ کیتا ب دا باب نہ پڑھدا ھُو
چھوڑ صفاتی لدھیوس ذاتی اَوہ عامی دُور چا کردا ھُو
نفس امارہ کُترا جانے ناز نیاز نہ دَھردا ھُو
کیا پرواہ تنہاں نُوں باھُوؒ جنہاں گھاڑو لَدھا گھر دا ھُو

سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن طالبانِ مولا کو مرشد کامل نے اسمِ اللہ ذات کا ذکر اور تصور عطا کر دیا ہو وہ نفسِ امارہ کی خواہشات کی پیروی نہیں کرتے اور نہ دوسرے علوم اور نہ ہی اسمائے صفات اور دوسرے وِرد و وظائف کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کیونکہ انہیں ''ذات'' مل چکی ہے اور ''صفات'' کی طرف متوجہ ہونے کی انکے پاس فرصت ہی نہیں۔

جنہاں شَوہ الف تھیں پایا پھول قرآن نہ پڑھدے ھُو
اوہ مارَن دَم محبت والا ' دُور ہویونے پَردے ھُو
دوزخ بہشت غلام تہاندے چا کیتونے بَردے ھُو
میں قربان تنہاں توں باھُوؒ جیہڑے وحدت دے وِچ وَڑدے ھُو

حضرت سخی سلطان باھُوؒ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانِ مبارک ہے کہ دونوں جہان کا علم قرآن مجید میں ہے اور علمِ قرآن کلمہ طیبہ کی ''طے'' میں ہے اور کلمہ طیبہ اسمِ اللہ ذات کی طے میں ہے۔ اِسی

لئے اس بیت میں آپؒ فرماتے ہیں جنہوں نے محبوبِ حقیقی اللہ تعالیٰ کو اسمِ اللہ ذات میں پالیا ہے وہ حافظ اور مفسرِ قرآن بن گئے یعنی انہیں علمِ لدُنی سے تمام علوم حاصل ہو گئے ہیں اور وہ قرآنِ مجید کے ظاہری اور باطنی علوم حاصل کر کے وحدت کے دریا میں غوطہ زن ہو چکے ہیں بلکہ بہشت اور دوزخ تو بفضلِ خدا اُن کے غلام بن چکے ہیں۔

جس دِل اِسم اللہ دَا چمکے عِشق وِی کردا ہَلّے ھُو
بُو کُستوری دی چُھپدی ناہیں بھانویں دے رکھیئے سے پَلّے ھُو
اُنگلیں پِچھے دِینہہ ناہیں چُھپدا دریا نہ رہندے ٹھَلّے ھُو
اَسیں اُوسے وِچ اوہ اَساں وِچ باھُوؒ یاراں یار سَوَلّے ھُو

جس دِل کے اندر ''اسمِ اللہ ذات'' آفتاب کی مانند روشن ہو جاتا ہے اور طالب دیدارِ الٰہی سے مشرف ہو کر عشقِ اللہ میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اس کا عشق دِل کے اندر پوشیدہ نہیں رہتا بلکہ اسی طرح ظاہر ہو جاتا ہے۔ جس طرح کستوری کی خوشبو، سورج کی روشنی اور دریاؤں کے پانی کو کوئی نہیں روک سکتا یہی حالت عشق کی ہوتی ہے اور آخر کار طالبِ مولیٰ اپنی ہستی کو ختم کر کے اللہ پاک کی ذات میں فنا ہو جاتا ہے۔

دل تے دفتر وحدت والا دائم کریں مطالیا ھُو
ساری عُمراں پڑھدیاں گُزری جہلاں دے وِچ جالیا ھُو
اِکو اسم اَللہ دا رکھیں اپنا سبق مطالیا ھُو
دوہیں جہان غلام تنہاندے باھُوؒ جیں دِل اللہ سمجھا لیا ھُو

آپؒ فرماتے ہیں کہ تُو نے ساری عمر مختلف علوم پڑھتے ہوئے جاہلوں کی طرح گزار دی ہے اور ابھی تک تو حقیقت سے نا آشنا ہے حالانکہ ''حقیقت'' اسمِ اللہ ذات'' ازل سے تیرے دِل پر تحریر شدہ ہے۔ تو اس کا ذکر اور تصور کرتا رہ اگر تو نے دل کے اندر پوشیدہ اسمِ اللہ ذات کی حقیقت کو پالیا تو دونوں جہان تیرے غلام ہوں گے۔

س سینے وِچ مقام ہے کِیندا سانوں مُرشد گل سمجھائی ھُو
ایہو سَاہ جو آوے جاوے ہور نہیں شے کائی ھُو
اِس نوں اِسم الاعظم آکھن ایہو سِرّ اِلٰہی ھُو
ایہو موت حیاتی باھُوؒ ایہو بھیت اِلٰہی ھُو

آپؒ فرماتے ہیں مرشدِ کامل نے ہمیں اس راز سے آگاہ کر دیا ہے کہ دل کے اندر حق تعالیٰ کا مقام ہے۔ تصور اور سانس کے ذریعے جو ذکر اسمِ اللہ ذات کیا جا رہا ہے یہی اسمِ اعظم ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کا بھید اور سِرّ یعنی راز ہے اور یہی موت اور حیات ہے۔ یعنی جو سانس ذکر اسمِ اللہ ذات کیساتھ نکلتا ہے وہ حیات ہے اور بغیر اسمِ اللہ ذات کے نکلنے والا سانس مُردہ ہے اور دِل کے اندر اللہ تعالیٰ کا دیدار حیات ہے اور اس سے محرومی موت ہے جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں ''میں نے دِل میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہے''۔

ضروری نفس کُتے نوں قیما قیم کچیوے ھُو
نال محبت ذِکر اللہ دا دَم دَم پیا پڑھیوے ھُو
ذِکر کِنوں ربّ حاصل تھیندا ذاتوں ذات دِسیوے ھُو
دوہیں جہان غلام تنہاندے باھُوؒ جنہاں ذات لبھیوے ھُو

اے طالب! راہِ فقر میں یہ ضروری ہے کہ نفس کو ایسے تباہ کیا جائے کہ اس کی بدصفات ختم ہو کر اسے نفسِ مطمئنہ کا درجہ حاصل ہو جائے اور یہ کام صرف دائمی ذکر اور تصور اسمِ اللہ ذات ہی کر سکتا ہے۔ جو ہر سانس کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ تصورِ اسمِ اللہ ذات کے بغیر نفس نہیں مرتا خواہ ظاہری عبادات کر کے پیٹھ کُبڑی ہو جائے۔ ذکر اور تصور اسمِ اللہ ذات سے جب نفس مر جاتا ہے تو دیدارِ رب تعالیٰ حاصل ہوتا ہے اور جسے یہ مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے دونوں جہان اس کے غلام ہو جاتے ہیں۔

عاشق راز ماہی دے کولوں کدی نہ ہوون واندے ھُو
نیند حرام تنہاں تے ہوئی جیہڑے اسمِ ذات کماندے ھُو
ہِک پَل مُول آرام نہ کردے دِینہہ رات وَتن کُرلاندے ھُو
جنہاں الف صحی کر پڑھیا باھُوؒ واہ نصیب تنہاندے ھُو

جنہوں نے ''عرفانِ اسمِ اللہ ذات'' حاصل کرلیا ہے۔ اور محبوبِ حقیقی کے ''راز'' سے آگاہ ہو چکے ہیں۔ یہی ''راز'' ان عاشقانِ ذات کو بے چین اور بے قرار رکھتا ہے۔ نہ تو انہیں نیند آتی ہے۔ اور نہ ہی انہیں آرام وسکون نصیب ہوتا ہے۔ دِن رات دَرد وسوز میں اپنے محبوبِ حقیقی کے آگے فریاد کرتے رہتے ہیں کہ محبوبِ حقیقی کہیں انہیں اپنے سے دُور نہ کردے کیونکہ محبوبِ حقیقی کے دیدار سے محرومی دونوں جہانوں کی سب سے بڑی بدبختی ہے۔

موتوا والی موت نہ ملی جیں وِچ عشق حیاتی ھُو
موت وصال تھیسی جدوں اِسم پڑھیسی ذاتی ھُو
عین دے وِچوں عین جو تھیوے دُور ہووے قربانی ھُو
ھُو دا ذِکر ہمیش سڑیندا باھُوؒ دِینہاں سکھ نہ راتی ھُو

مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا سے مُراد ظاہری طور پر مرجانا نہیں ہے بلکہ جب مرشد طالب کے اندر عشق کا چراغ روشن کرتا ہے تو طالب اپنی زندگی' جان' مال ومتاع' اولاد حتیٰ کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیتا ہے اور اپنی منشاء' مرضی' ارادہ اور زندگی کو مرشد کی رضا کے حوالے کردیتا ہے۔ یہ مقام اسمِ اللہ ذات کے تصور سے حاصل ہوتا ہے۔ اس بیت میں حضرت سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں کہ تجھے اس وقت تک معرفتِ حق تعالیٰ حاصل نہیں ہوسکتی جب تک تجھے عشقِ ذات حاصل نہ ہو اور تیرے وجود کے ذرہ ذرہ میں اسمِ اللہ ذات جاری نہ ہوجائے اور جب ایسا ہوجاتا ہے تو طالب عین اسمِ اللہ ذات میں فنا ہوکر عین تجلیاتِ ذات بن جاتا ہے اور یہ مقام ذکرِ ھُو سے حاصل ہوتا ہے اور ھُو کا ذکر ایسا ہے جو عاشقِ حقیقی کو ہمیشہ بے چین رکھتا ہے اور اس کی یہ بے چینی اور بے سکونی دیدار کے لئے ہوتی ہے۔

''ھُوْ'' دا جامہ پہن کراہاں اِسم کماون ذاتی ھُو
کفر اِسلام مقام نہ منزل ناں اُوتھے موت حیاتی ھُو
شہ رگ تھیں نزدیک لدھوسے پا اندرونے جھاتی ھُو
اوہ اَساں وِچ اَسیں اُنہاں وِچ باھُوؒ دُور رہی قرباتی ھُو

حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ جتنے مقام ہیں مثلاً ازل' ابد' عرش' کُرسی' لوح' قلم' تخت الثریٰ اور بہشت، اگران میں کوئی کہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے تو وہ کافر ہے یہ از روئے حرص وہوا ہے۔ دیدار اور لقاء محض فیض، فضل اور عطا ہے جو اسمِ اللہ ذات سے حاصل ہوتا ہے۔ (امیرالکونین)

اس بیت میں آپؒ ارشاد فرماتے ہیں؛ عارفین جب ''سلطان الاذکار'' ''ھُو'' کا ذکر کرتے ہوئے تفکر کرتے ہیں تو انہیں ذاتِ باری تعالیٰ اپنے اندر دکھائی دیتی ہے اور وہ ''ھُو کا جامہ'' پہن لیتے ہیں اور درجہ بدرجہ رُوحانی منازل میں ترقی کرتے ہوئے فنا فی اللہ کے مرتبے پر پہنچ جاتے ہیں۔ اس مقام کو حاصل کرنے کے لئے دُور جانے کی ضرورت نہیں ہے وہ ذات تو شہ رگ سے بھی قریب ہے ہم اس ذات میں اور وہ ہماری ذات میں اس طرح فنا ہو چکے ہیں کہ دوئی ختم ہو گئی ہے۔

یار یگانہ مِلسی تینوں جے سِر دی بازی لائیں ھُو
عِشق اللہ وِچ ہو مستانہ ھُو ھُو سَدا اَلائیں ھُو
نال تصور اِسم اللہ دے دَم نوں قید لگائیں ھُو
ذاتے نال جاں ذاتی رلیا تد باھُوؒ نام سدائیں ھُو

اللہ تعالیٰ کی ذات تجھے تب حاصل ہوگی جب تو عشق کی راہ میں قدم رکھے گا اور سَر کی بازی لگائے گا اگر اس ذات کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو عشقِ حق تعالیٰ میں بے خود ہو جا اور اس کے لئے ہر لحہ ذکرِ ''یاھُو'' میں غرق رہ اور ساتھ ساتھ تصور اسمِ اللہ ذات بھی جاری رکھ اور پھر آپؒ فرماتے ہیں: کہ میں نے جب اپنی ذات کو حق تعالیٰ کی ذات میں فنا کرلیا تو تب میرا نام باھُوؒ ہوا۔

مشقِ مرقومِ وجودیہ

حضرت سخی سلطان باھُوؒ مشقِ وجودیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

کُل وجُز کے جملہ مراتب حاصل کرنا اور واصل بحق ہونا مشقِ وجودیہ ہی سے ممکن ہے مشقِ وجودیہ میں وجود پر بذریعہ تفکر (مخصوص طریقہ سے) اسمِ اللہ ذات لکھا جاتا ہے۔ جس سے طالب کے وجود میں اسمِ اللہ ذات کے ہر ایک حرف سے تجلی پیدا ہوتی ہے جو طالب کو یکدم حضرت معروف کرخیؒ کے مرتبے پر پہنچا دیتی ہے طالب غنی ولا یحتاج ہو جاتا ہے اور وہ مرتبہ غنایت اکسیرِ کیمیا[1] سے فقیر عامل کیمیا گر اور مرتبہ ہدایتِ اکسیر سے بحر و بر کا مالک کیمیا نظر ولی ہو جاتا ہے۔ (نور الہدیٰ)

- الغرض وہ کونسی راہ ہے اور وہ کونسا علم ہے کہ جس سے طالبِ اللہ، آفاتِ شیطانی، بلیّاتِ نفسانی اور حادثاتِ دنیائے پریشانی سے بچ کر قربِ ربانی میں پہنچ جاتا ہے اور فنا فی اللہ ہو کر ہمیشہ غرقِ نور اور مشرفِ وصال رہتا ہے۔ اُسے وصال لازوال حاصل رہتا ہے۔ وہ قیل وقال کو چھوڑ دیتا ہے۔ اور دیدارِ جمال کے مشاہدے کی لذّت حاصل کرتا رہتا ہے۔ اور وہ علم و راہ "مشقِ وجودیہ" ہے کہ جس سے اسمِ اللہ ذات طالبِ اللہ کے ساتوں اندام کو سر سے قدم تک اِس طرح اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے جس طرح گھاس کی بیل درخت کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے اور اسمِ اللہ ذات طالبِ اللہ کے وجود کو سَر سے قدم تک اِس طرح اپنے قبضہ و تصرف میں لے لیتا ہے کہ اُس کے ہر اندام پر اَللّٰہُ ، اَللّٰہُ کا نقش تحریر ہو جاتا ہے (نور الہدیٰ)

- طالبِ اللہ جب تصورِ اسمِ اللہ ذات سے مشقِ وجودیہ کرتا ہے تو سَر سے قدم تک اُس کے ساتوں اندام نُور کی صُورت اختیار کر لیتے ہیں اور طالبِ اللہ گناہوں سے اِس طرح پاک ہو جاتا ہے جس طرح کہ بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے وقت پاک ہوتا ہے۔ (نور الہدیٰ)

---

[1] جس طرح عملِ اکسیر کے ذریعہ کیمیا گر کسی بھی دھات کو سونے میں تبدیل کر دیتے ہیں اِسی طرح ذِکر، تصور اور مشقِ وجودیہ اسمِ اللہ ذات کے ذریعے مرشد کی باطنی توجہ سے آدمی کی شخصیت یا کردار تبدیل ہو جاتا ہے۔

''سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''
قیامت کے دِن سب لوگ اللہ پاک کی بارگاہ میں فطری لباس میں پیش ہوں گے لیکن مشقِ مرقومِ وجودیہ اسمِ اللہ ذات کرنے والا شخص جب اللہ پاک کی بارگاہ میں پیش ہوگا تو اس کا لباس ہی نورِ اسمِ اللہ ذات ہوگا پھر آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ ایسے شخص کے جسم کو قبر کی مٹی نہیں کھاتی اور اس کا جسم قیامت تک محفوظ رہتا ہے اور موت کے بعد اس کی قبر زندہ ہو جاتی ہے۔

- نام فقیر تنہاں دا باھُوؒ قبر جنہاں دی جیوے ھُو

(ترجمہ: اصل فقیر تو وہ ہوتے ہیں جن کی موت کے بعد اُن کی قبر سے لوگوں کو روحانی فیض ملتا ہے)

اسمِ اللّٰہُ ذات کا مُنکر

- اسمِ اللہ ذات کے مُنکر کے بارے میں حضرت سخی سلطان باھُوؒ فرماتے ہیں:

اسمِ اللہ ذات اور ذکر اور تصورِ اسمِ اللہ ذات سے منع کرنے والا شخص دو حِکمتوں سے خالی نہیں ہوتا۔ یا تو وہ منافق ہوتا ہے یا کافر یا پھر وہ حاسد ہوتا ہے یا مُتکبر۔ (عین الفقر)

سلسلہ سروری قادری

پاس انفاس[1] سے اسمِ اللہ ذات کا ذکر، اسمِ اللہ ذات کا تصور اور مشقِ مرقومِ وجودیہ صرف سلسلہ سروری قادری میں عطا کیا جاتا ہے کسی اور سلسلہ میں بیک وقت یہ تینوں نہیں ملتے۔ دوسرے سلاسل میں صرف قلبی ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے اور وہ بھی صرف پہلی منزل یعنی اسمِ اللہ کا ذکر، حالانکہ ذکر اسمِ اللہ ذات کی مختلف منازل ہیں مثال کے طور پر اسمِ اَللّٰہُ کا ذکر، اسمِ لِلّٰہ کا ذکر، اسمِ لَہٗ کا ذکر اور سلطان الاذکار'' یَا ھُو'' کا ذکر اب یہ مُرشدِ کامل اکمل کی مرضی اور منشا ہے کہ وہ طالب کو مرحلہ وار اِن تمام منازل سے گزارے یا عطا کرنے پر آئے تو بغیر محنت اور مشقت کے آخری منزل پر پہنچا دے۔ دوسری بات یہ ہے کہ تصور کے بغیر ذکر اثر نہیں کرتا (ذکر اور تصور کے باہمی تعلق کے متعلق

---

[1] یہ ذکر سانس کے اندر جانے اور باہر آنے سے کیا جاتا ہے

آپ صفحہ 25 پر پڑھ چکے ہیں) اور ذکر کے بغیر تصور اثر نہیں کرتا پھر مشقِ مرقومِ وجودیہ کے بغیر ذکر اور تصور اثر نہیں کرتے اور اسمِ اللہ ذات جسم میں قرار نہیں پکڑتا۔ اسمِ اللہ ذات کا تصور بھی خالص سونے سے بنے ہوئے اسمِ اللہ ذات سے کیا جاتا ہے نقلی طور پر بنے ہوئے یا چھپے ہوئے اسمِ اللہ ذات سے تصور کرنے سے اسمِ اللہ ذات دِل پر نقش نہیں ہوتا اور قرار نہیں پکڑتا۔

حضرت سخی سلطان باھُوؒ سلسلہ قادری کے بارے میں فرماتے ہیں:

- تمام سلاسل چراغ کی مانند ہیں اور سلسلہ قادریہ آفتاب کی مانند ہے۔ چراغ کی کیا مجال ہے کہ آفتاب کے سامنے جلے۔ (اسرارِ قادری)
- جان لے کہ قادری طریقہ بادشاہ ہے اور دوسرے تمام طریقے اس کی فرمانبردار و محکوم رعیت ہیں۔ طریقت میں ہر طریقے کی پیشوا ریاضت ہے لیکن کامل قادری (سروری قادری) طریقے میں شرفِ دیدار حضوری انوار اور قربِ الٰہی ہے (نور الہدیٰ)

یاد رہے کہ ہر طریقے میں طالب مُرید کو ذکر فکر و مراقبہ میں کوشش اور مُرشد کو باطنی توجہ سے کشش کی حاجت ہوتی ہے۔ لیکن قادری طریقہ میں کوشش کی حاجت ہے نہ کشش کی۔ بلکہ تصور اسمِ اللہ ذات کی ایک ہی توجہ سے طالب مُرید کو حضوری میں پہنچا دیا جاتا ہے۔ (نور الہدیٰ)

- آپؒ طریقہ قادریہ کے دشمن کے بارے میں بیان فرماتے ہیں:
- طریقہ قادری کا دشمن تین حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اوّل رافضی و خارجی، دوم ناقص و کاذب و حاسد اور سوم مَردُود و منافق۔ (نور الہدیٰ)
- آپؒ سلسلہ قادریہ کی دو شاخوں کا ذکر فرماتے ہیں۔ اور سلسلہ سروری قادری کو اصل قادری سلسلہ مانتے ہیں۔
- قادری طریقہ بھی دو قسم کا ہے ایک سروری قادری اور دوسرا زاہدی قادری۔ سروری قادری مُرشد صاحبِ تصورِ اسمِ اللہ ذات ہوتا ہے۔ اِس لئے وہ جس طالب کو حاضراتِ اسمِ اللہ ذات کی تعلیم و تلقین سے نوازتا ہے تو اُسے پہلے ہی روز اپنا ہم مرتبہ بنا دیتا ہے جس سے طالبِ اللہ اتنا لا یحتاج و مُتوکل الی اللہ ہو جاتا ہے کہ اِس کی نظر میں مٹی اور سونا برابر ہو جاتے ہیں۔ زاہدی

قادری طریقے کا طالب بارہ سال تک ایسی ریاضت کرتا ہے کہ اس کے پیٹ میں طعام تک نہیں جاتا بارہ سال کی ریاضت کے بعد حضرت پیر صاحب (پیرانِ پیر غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ) اِسکی دستگیری فرماتے ہیں اور اِسے سالک مجذوب یا مجذوب سالک بنا دیتے ہیں۔ اِسکے مقابلے میں سروری قادری طالب کا مرتبہ محبوبیت کا مرتبہ ہے۔ (کلید التوحید کلاں)

● زمان ولامکان پر تصرف رکھنے والا طریقہ صرف قادری ہے۔ اور قادری بھی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک زاہدی قادری دوسرے سروری قادری۔ سروری قادری وہ طریقہ ہے جو اِس فقیر کو حاصل ہے۔ سروری قادری طریقہ کم حوصلہ نہیں یہ نہایت ہی فیض بخش طریقہ ہے جو ذکر و تصور اسمِ اللہ ذات کے ذریعہ ذکر اذکار کی مشقت کے بغیر طالبِ اللہ کو کامیابی دِلاتا ہے۔ جب کہ دیگر طریقوں میں لوگوں نے بعض کو آتشِ اسمِ اللہ ذات سے جلا کر مار ڈالا اور بعض اسمِ اللہ ذات کا بوجھ برداشت نہ کر سکے اور عاجز ہو بیٹھے اور مُرتد و مردُود ہو گئے۔ زاہدی قادری طریقہ یہ ہے کہ جس میں طالبِ اللہ کو بکثرت زہد و ریاضت کرائی جاتی ہے اور بارہ سال یا تیس سال کی ریاضت کے بعد حضرت پیر دستگیرؒ اُسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں پیش کر کے دائمی حضوری سے مشرف و سرفراز فرماتے ہیں (عین الفقر)

● سروری قادری طریقہ میں رنجِ ریاضت، چلہ کشی، حبسِ دَم، ابتدائی سلوک اور ذکر فکر کی اُلجھنیں ہرگز نہیں ہیں یہ سلسلہ ظاہری دَرویشانہ لباس اور رنگ ڈھنگ سے پاک ہے اور ہر قسم کے مشائخانہ طور طریقوں مثلاً عصا و تسبیح و جبہ و دستار وغیرہ سے بے زار ہے۔ اِس سلسلہ کی خصوصیت یہ ہے مُرشد پہلے ہی روز طالبِ اللہ کو خالص سونے سے بنے ہوئے اسمِ اللہ ذات کا ذکر، تصور اور مشقِ مرقومِ وجودیہ عطا کر کے اسے انتہاء پر پہنچا دیتا ہے جبکہ دوسرے سلاسل میں یہ سب کچھ نہیں ہے اس لئے حضرت سخی سلطان باھوؒ فرماتے ہیں کہ سلسلہ سروری قادری کے طالب (مرید) کی ابتداء دوسرے سلاسل کی انتہاء کے برابر ہوتی ہے۔

سروری قادری مُرشد

● سروری قادری مُرشد کے بارے میں آپؒ فرماتے ہیں:

● ''سروری قادری مُرشد مجمل و جامع ہوتا ہے وہ ظاہر و باطن میں ایسی کتاب ہوتا ہے جو

طالبِ مولیٰ کے لئے کُتب الا کتاب کا درجہ رکھتی ہے جس کے مطالعہ سے طالب اس شان سے فنا فی اللہ ہوتا ہے کہ اس کے سامنے کوئی حجاب باقی نہیں رہتا اس کتاب (سروری قادری مرشد) کو جو طالب صِدق، اخلاص، اعتقاد و پاکیزگی کے ساتھ پڑھتا ہے وہ جلد ہی اپنی مراد کو پہنچتا ہے
(کلید التوحید کلاں)

اسمِ اللہ ذات کے ذکر، تصور اور مشقِ مرقومِ وجودیہ کے حصول کے لئے ایک دفعہ ملاقات ضروری ہے تاکہ اِس کا طریقہ مکمل طور پر سمجھ میں آجائے۔ تصور کے لئے خالص سونے کا بنا ہوا فریم شدہ اسمِ اللہ ذات دیا جاتا ہے اسے بذریعہ بیعت بھی عطا کیا جا رہا ہے کیونکہ بیعت سے فیض جلد حاصل ہوتا ہے۔ اور بغیر بیعت کے بھی عطا کیا جا رہا ہے جو کوئی جس طرح ذکر، تصورِ اسمِ اللہ ذات حاصل کرنا چاہتا ہے اسے اسی طرح عطا کر دیا جاتا ہے۔

یاد رکھیئے کوئی ہدیہ یا معاوضہ کا تصور ہمارے ہاں نہیں ہے۔ کیونکہ اسمِ اللہ ذات کا کوئی معاوضہ ادا نہیں کر سکتا۔ ''حضرت سخی سلطان باھُوؒ کا فرمان ہے ''اگر ترازو کے ایک طرف ساری کائنات اور اس کی دولت رکھ دی جائے اور دوسرے پلڑے میں اسمِ اللہ ذات تو اسمِ اللہ ذات والا پلڑا جُھک جائے گا''۔

قرآن پاک، احادیث شریف اور اولیاء کاملینؒ کے ارشادات اور تعلیمات سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ اس وقت تک دل پاک نہیں ہوتا اور نہ ہی نفس اور شیطان سے خلاصی حاصل ہوتی ہے اور نہ ہی ظاہر اور باطن کے درمیان منافقت کا پردہ ہٹتا ہے خواہ سالک ساری عمر ظاہری عبادات میں مصروف رہے، قرآن مجید کی تلاوت کرتا رہے، مسائل فقہ پڑھتا رہے یا زہد و ریاضت کی کثرت سے پیٹھ کُبڑی ہو جائے اور سُوکھ کر بال کی طرح باریک ہو جائے کہ جب تک ذکر اور تصورِ اسمِ اللہ ذات نہ کرے اور پھر آج کل کے زمانہ اور مادیت کے دَور میں صدق المقال اور اکل الحلال نہیں رہا۔ لوگوں میں سلف صالحین کی طرح نیک اعمال، سخت محنتوں اور مجاہدوں کی توفیق اور ہمت نہیں رہی۔ پابندیٔ صوم وصلوٰۃ اور ادائیگی حج اور زکوٰۃ جیسے فرائض رُوح سے خالی ہو چکے ہیں اور محض ایک نمائشی اور رسمی مظاہرے کی صورت میں ادا ہو رہے ہیں۔ اس لئے اس قحط الاعمال واحوال کے زمانے میں ہم نے اپنے مرشدِ پاک سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے حکم سے اسمِ اللہ ذات کا فیض عام کر دیا ہے اگر تو طالبِ حق ہے تو آ جا دروازہ کھلا ہے۔ دنیا چھوڑ کر کچھ وقت ''قربِ الٰہی'' کے لئے بھی نکال اور اسمِ اللہ ذات کے ذکر تصور اور مشقِ مرقومِ وجودیہ سے اپنے دِل کے آئینہ کو صاف کر کے مشاہدہ الٰہی کی نعمتِ عظیم حاصل کر لے۔

اللہ تعالیٰ کی پہچان اور معرفت کے لئے

فرقہ پرستی کے دور میں صراطِ مستقیم کی پہچان کے لئے

دل کے سکون اور اطمینان کے لئے

ذِکر اور تصور اسمِ اللہ ذات کیجیے

ذِکر اور تصور اسمِ اللہ کے حصول کے لئے رابطہ کریں

خادم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان **محمد نجیب الرحمٰن** صاحب مدظلہ الاقدس سروری قادری

سلطان الفقر ہاؤس

4/A-ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ ڈاکخانہ منصورہ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 54790

PTCL 042:35031210